



باب اول

انتخاب کلام ذاکر احمد حسین ناک

مرتبه

ذاکر سید محی الدین قادری قادری

سلسلہ انتخابات شعرائے دکن

بادہ سخن

—

انتخاب کلام ڈاکٹر احمد حسین خان

مترجم

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

ام۔ اے۔ پی۔ اچ۔ ڈی۔ (لنڈن)

۱۹۳۵ء

مطبوعہ اعظم ایسٹیم پریس - چارمینار

جند آباد دکن

بار اول

قیمت
۱۲/

اس سلسلہ کی دوسری مطبوعہ کتابیں

متلّٰع سخن

یعنی انتخاب کلام نواب سید یار بہار بہار درخیز

کیف سخن

یعنی انتخاب کلام سید رضی الدین حسن کتبی

ان مطبوعہ انتخابات کے علاوہ اس سلسلہ کی سرپرستی میں فی الحال حسب ذیل

شعراے دکن کے کلام پر کام ہو رہا ہے۔

۱۔ سراج۔ شاہ سراج الدین اوزنگ آبادی

۲۔ ایمان۔ شیر محمد خاں

۳۔ فیض۔ میر سمش الدین محمد

۴۔ عصر۔ میر احمد علی

۵۔ تمیز۔ نواب محمد بدر الدین خاں معظم الملک

۶۔ صغیر۔ محمد حبیب الدین۔

فہرست

- | | | |
|----|------|-------------------------------|
| ۱ | صفحہ | ۱- دکن کی اردو شاعری |
| ۱۶ | " | ۲- تصویر ڈاکٹر احمد حسین مائل |
| ۱۷ | " | ۳- مائل اور ان کی شاعری |
| ۳۳ | " | ۴- انتخاب کلام مائل |
-

M.A.LIBRARY, A.M.U.



U32276

مفت

۱۷

۱۔ دکن کی اردو شاعری

گزشتہ چار سو سال کے طویل عرصہ میں دکن میں سیکڑوں ایسے اردو شاعر پیدا ہوئے جن کی مسلسل خدمت گذاریوں نے جہاں اپنے ملک کے ذوقِ ادب کو جاری رکھا اور اہل ذوق کی وقت بوقت ضیافت کی زبان اردو کو ہمیشہ کے لئے مالامال بھی کر دیا۔ ان کے عملِ سپہم اور پر خلوص ذوقِ سخن نے اس زبان کی بنیادیں بے حد محکم کر دیں اور اس کے ادبی خزانہ میں ایک ایسا مستقل سرمایہ فراہم کر دیا جو امتِ اوزانہ کے بے رحم دستبرد کے بعد بھی اتنا دافر ہے کہ اردو بولنے والوں کی نسلیں ہمیشہ اس سے مستمتع ہوتی رہیں گی۔

ان قابلِ احترام خدمت گذارانِ اردو میں سے بیسیوں ایسے ہیں جن کے کارنامے آج موجود نہیں ہیں مگر ان کے ہم عصرِ ماسخ شاعروں کے کلام میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا ہے۔ پچاسوں ایسے ہیں جن کے کارنامے موجود ہیں مگر جن کے حالات (اور بعض دفعہ تو مصنف نام تک) سے دنیا آج ناواقف ہے۔ اور نہ معلوم ایسے کتنے ہوں گے جن کے نام و نشان اور کارنامے دونوں اس وقت ناپید ہیں!!

عظیم

دامِ بابر سکینہ

تاہم اس کو اردو زبان کی خوش قسمتی سمجھنا چاہئے یا ان قدیم اردو شعرا کی نیک نیتی کہ
مخلوں کے حلوں اور دکنی سلطنتوں کی باہمی خانہ جنگیوں اور تباہ کاریوں کے بد سے قریب
قریب ایک صدی تک مدون رہنے کے باوجود اردو شعر و شاعری کے یہ قدیم ادبیں
گنجینے پھر منظر عام پر آ رہے ہیں۔ چنانچہ عہد حاضر میں اردو کے بعض قابل ترین خدمت
گزاروں نے ان کی تحقیق و تفتیش اور اشاعت میں اپنی گراں بہا زندگیاں وقف کر دی ہیں
ان باہمت افراد کی کوششوں سے اس وقت تک چند قدیم اردو شہ کار یا ان کے
حالات و انتخابات وغیرہ منظر عام پر آ چکے ہیں مگر ابھی سیکڑوں ایسے ہیں جن کی نسبت اکثر
دبیر سطحی معلومات ہی اردو رسالوں اور کتابوں میں پیش کی گئی ہیں۔ ضرورت ہے کہ نسبتاً
اکثر کو شائع کیا جائے اور اس طرح نام نیک رفنگاں کو ضائع ہونے سے بچایا جائے۔
ان قدیم جواہر پاروں کی اشاعت سے نہ صرف اردو ادب کے خزانہ مطبوعات میں
خاطر خواہ اضافہ ہوگا اور اس کی تہی ماگی کی شکایت (جو انیسار کے علاوہ اکثر اپنوں بھی
سستی جاتی ہے) دور ہو جائے گی بلکہ اردو بولنے والوں کی موجودہ اور آنے والی نسلیں
اپنی زبان اور ادب کے مختلف النوع رجحانات اور صحیح ذوق سے بہرہ مند ہو سکیں گی
ہمارے نوجوان انشا پردازوں میں احساس خود اعتمادی بڑھتا جائے گا اور وہ اپنی
زبان کی قدامت و افضلیت کے اس ہمت افزا احساس کے ساتھ اس کی خدمت میں

مرگرم ہو سکیں گے۔

دکن کی اردو شعر و شاعری کی تاریخ کے کئی مختلف عہد قرار دے جاسکتے ہیں ابتدائی دور مذہبی اور صوفیانہ شعر و شاعری کا ہے جس کے متعلق اب تک چند مضامین شائع ہو چکے ہیں جن میں مولوی عبدالحق صاحب کا مضمون ”اردو کی نشوونما میں صوفیائے کرام کا حصہ“ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس دور کی شاعری کے بعض جدیدہ جدیدہ نمونے تو منظر عام پر آچکے ہیں مگر خاص خاص شعرا مثلاً شاہ علی گام دہنی اور شاہ برہان الدین جاناں وغیرہ کے کلام کے مکمل مجموعے اب تک شائع نہ ہو سکے۔

اس ابتدائی دور میں مذہبی رنگ کی شاعری کے علاوہ دوسری قسم کی مثنویاں بھی لکھی گئیں جن میں ”نظام نامہ“ نمایاں حیثیت رکھتا ہے مگر ابھی شائع نہیں ہو لہے۔

اردو شاعری کا دوسرا دور خالص ادبی اور حسن کارانہ مساعی پر مبنی ہے۔ اس عہد میں مقامی اور روزمرہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کی اچھی لطیف لکھنئیں اور ادبیات فارسی کے بہترین شہ کاروں کا ترجمہ کرنے کا خیال بھی پیدا ہوا۔ اس عہد کے سب سے بڑے شاعر معانی، وجہی، عبدالاحد فیروز، محمود

حسنِ ثنوی اور خیالی وغیرہ میں ان میں اول الذکر چار استادِ سخن کا بہت کچھ کلام موجود ہے مگر افسوس ہے کہ مکمل حالت میں شائع نہ ہو سکا۔ مثنوی محمد قلی قطب شاہ (مقتدر) نے جو تھے فرما زوائے گو لکنڈہ اور بانی شہر حیدرآباد کا تخلص ہے۔ اس کے حالات اور کلام کے اقتباسات مولوی عبد الجبار خاں صوفی مرحوم نے اپنے قابلِ قدر تذکرہ ”محبوب الزمیں“ میں آج سے قریب پچیس سال پہلے پیش کئے پھر آٹھ دس سال قبل مولوی عبدالحق صاحب نے ”رسالہ اردو“ میں اس کے کلیات پر ایک دلچسپ مضمون لکھا اور نمونہ کلام بھی شائع کیا نیز ”دکن میں اردو“ ”اردوئے قدیم“ ”اردو شہ پار“ اور ”جواہر سخن“ وغیرہ کتابوں کے ذریعہ سے بھی اس کا کچھ نہ کچھ کلام منظر عام پر آیا ہے مگر ایک ایسے اعلیٰ پایہ استادِ سخن کے مکمل گنجینہ مثنوی کا شائع ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ اس میں جملہ اصنافِ سخن یعنی غزل، قصیدہ، قطعہ، مثنوی، مرثیہ وغیرہ کے دافتر اور عمدہ نمونے موجود ہیں۔

عہدِ مثنوی کے شعرا میں آحمد اور دبھی قابلِ ذکر ہیں۔ آحمد نے فارسی یوسف زلیخا کا ترجمہ کیا چہر چند ہی سال قبل پروفیسر حافظ محمود شیرانی صاحب نے ایک مضمون شائع کیا ہے۔ دبھی نے ایک ”اُبجی مثنوی“ ”قطبِ مثنوی“ (سنہ ۱۳۱۵ھ) لکھی جس میں خود مثنوی (محمد قلی قطب شاہ) کی مشہور آفاق عشق عاشقی کی داستان

نہایت نفارت کے ساتھ بیان کی ہے۔ یہ نظم اصل میں ابراہیم قطب شاہ کے عہد ہی میں معافی کے زمانہ دلی عہد میں شروع کی گئی تھی۔ اس میں تلنگانہ کی مشہور رقاصہ بھاگ متی (جس کی خاطر شہر بگ نگر بسایا گیا جو بعد میں حیدرآباد کہلایا) کے ساتھ شہزادہ دلی عہد سلطنت (معافی) کی ضرب اشل محبت و فرشتگی کا سچا اور زندہ جاوید مرقعہ پیش کیا ہے اس وقت تک اس اہم کارنامہ سخن صرف ایک ہی نسخے کا پتہ چلا ہے جو انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے (مگر وہاں کے کیٹلاگ مرتبہ پروفیسر بلوم ہارٹ سے اس کا پتہ نہیں چلتا)۔ راقم نے اس کو اشاعت کے لئے نقل کرنا شروع کیا تھا مگر افسوس ہے کہ پوری کتاب نقل ہونے پائی تھی کہ لندن سے روانگی کا زمانہ آگیا۔

اس سلسلہ میں یہ ذکر شاید نامناسب ہوگا کہ ایسی عجیب و غریب مثنوی کے مصنف و جہی نے اس کے کئی سال بعد نشر میں بھی ایک عجوبہ روزگار کتاب ”سب رس“ (شکستہ) لکھی تھی جس کو مولوی عبدالحی صاحب نے کئی نسخوں سے مقابلہ کرنے کے بعد انجمن ترقی اردو سے شائع کیا ہے۔ جہی کے دیگر کلام میں سے چند غزلیں اور مرثیے بھی دستیاب ہوئے ہیں جو رسائل میں شائع کر دئے گئے ہیں۔ اسی زمانہ کا ایک اور شاعر عبدل تھا جو بیجاپور کے فرمانروا ابراہیم عادل شاہ

آنی نورس (۱۷۷۷ء تا ۱۸۰۳ء) کی قدروانی سخن کا شہرہ منکر بجا پور آیا تھا۔ یہاں اس نے وجہی کی طرح اپنے دلی نعمت سے متعلق ایک ثمنوی ”ابراہیم نامہ“ لکھی جس کا تذکرہ رسالہ ہندوستانی میں چھپ چکا ہے۔

اردو شاعری کا تیسرا دور اس کا عہد زریں سمجھا جاسکتا ہے کیونکہ اس میں ہر ایک صنفِ سخن میں اس درجہ ترقی دی گئی کہ اس دور کے بعض شاعروں کو خدایاں سخن کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

خواصی ابن نشاطی، جنیدی، قطب، عبداللہ، شاہی، طبعی، غلام علی رستہ، ملک خوشنود، نصرتی، شاہ امین وغیرہ اس دور کے مہینوں شاعروں میں سے وہ چند اساتذہ فن ہیں جن پر اردو زبان فخر کر سکتی ہے۔

خواصی اصل میں اس سے قبل کے دور کا شاعر اور مشہور ملا وجہی کا حریف سخن نگار اس کو اسی دور میں عروج حاصل ہوا۔ اس کے کلام میں سے صرف ثمنویوں، مثنویوں کے نمونے اس وقت تک دستیاب ہوئے ہیں جن کے اقتباسات شائع بھی ہو چکے ہیں اس کی ثمنویاں ”سیف الملوک و بیریہ الجمال“ (۱۷۷۷ء اور طبعی (۱۷۷۷ء) فارسی کے بہترین اردو ترجمے ہیں اور ابھی معلوم ہوتے ہیں۔

جیندی "اوپیکر" (۱۸۷۷ء) کا مصنف ہے۔ اس کے متعلق پروردگار محفوظ الحق صاحب نے ایک تفصیلی مضمون رسالہ ہندوستانی میں شائع کیا ہے جس میں اس کے کلام کے طویل نمونے بھی درج کئے ہیں۔ ان نشاطی اہل میں شرنگار تھا لیکن اس نے محض تجربہ جو اعلیٰ پایہ شنوی پھولبن (۱۸۷۷ء) لکھی اس سے اس کی طبیعت کی نفاست اور ذوق کی خوبی کا پتہ چلتا ہے اس کے اقتباس "اردو شہ پارے" اور "پارے میں کن محفوظ" وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں مگر یہ ایسی کتاب نہیں ہے کہ اس سے ابھی اردو دنیا کو محروم رکھا جائے۔

قطب (سلطان محمد قطب شاہ متوفی ۱۵۳۵ء) عبداللہ (سلطان عبداللہ قطب شاہ متوفی ۱۵۳۷ء) اور شاہی (سلطان علی عادل شاہ ثانی متوفی ۱۵۳۷ء) تینوں بادشاہ اور بادشاہن بھی۔ ان کے کلام کے مجموعے موجود ہیں۔ اول الذکر تاجداروں کے کلام کے نمونے "محبوب الہن" اردو سے قدیم "اردو شہ پارے" اور "دکن میں اردو" وغیرہ میں شاہی کا کلیات حال ہی میں دستیاب ہوئے اور اس پر مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب نے ایک مضمون رسالہ معارف میں چھپوایا ہے۔ یہ تینوں مجموعے اردو مطبوعات میں قابل قدر اور اہم اضافے ہوں گے اگر یہ چھپ جائیں۔

طبعی اور غلامی گوگلکٹڈ کے شعرا ہیں اور اپنی شاعری کی خوبیوں اور اعلیٰ

خصوصیات کی وجہ سے سلطنت قطب شاہیہ کے آخری ملک اشعرا سمجھے جاسکتے ہیں۔ طبعی
 مثنوی بہرام گل اندام (سنہ ۱۰۸۵ھ) لکھی وہ ایک اچھا نثر نگار بھی تھا اور دبستان وہبی سے متعلق تھا
 اُس نے اپنے کلام میں وہبی کی طرح سنی افیرنی اور نزاکت خیال پر زیادہ زور دیا ہے۔ غلام علی
 عہد ابوالحسن تانا شاہ (سنہ ۱۱۰۵ھ تا ۱۱۱۵ھ) کا شاعر ہے۔ اس نے ”پداوت“ (سنہ ۱۱۱۵ھ) کو اردو
 میں منتقل کیا ہے۔ اس کے خیالات اور طرز ادعا ہر کرتی ہے کہ وہ طبعی کے خلاف دبستان
 غواہی سے متعلق تھا۔ تذکرہ دونوں مثنویوں کے اقتباسات مختلف کتابوں میں چھپ
 چکے ہیں۔

رستمی ملک خوشنود نصرتی اور شاہ امین بیجا پور کے آخری بلند پایہ اساتذہ سخن
 ہیں۔ اور ان سب کے کلام کے کچھ کچھ نمونے اس وقت تک منظر عام پر آچکے ہیں۔ اول الذکر
 دونوں عہد محمد عادل شاہ (مثنوی ۱۱۱۵ھ) سے متعلق ہیں اور موزن الذکر علی عادل شاہ
 ثانی (مثنوی ۱۱۱۵ھ) اور سکندر عادل شاہ (سنہ ۱۱۱۵ھ تا ۱۱۲۵ھ) کے عہد سے۔

رستمی زبردست ادیب، قصیدہ گو اور خطاط تھا۔ مگر اس وقت تک اس کی نظر ایک
 عظیم الشان اور نہایت ہی ضخیم مثنوی خاوند نامہ (سنہ ۱۱۱۵ھ) کا پتہ چلتا ہے جو اردو زبان
 کی سب سے طویل مثنوی ہے۔ اس کا نہایت مطلقاً مذہب اور مصور نسخہ برٹش میوزیم میں
 محفوظ ہے۔ یہ کتاب ان جملہ مثنویوں کے مقابلہ میں غالباً اول قرار دی گئی تھی جو بیجا پور

ملک شہربانو بیگم کی قریش پر بیجا پور میں لکھی گئی تھیں۔
 ملکہ شہنازہ صاحبہ کی گوگلنگ وہی کا شاعر تھا مگر شہزادی خدیجہ سلطان شہربانو بیگم
 کے ساتھ چیزیں بیجا پور روانہ کیا گیا تھا جہاں محمد عادل شاہ کے دربار میں اس نے
 اپنے ذوق سخن اور حسن سلیقہ کی وجہ سے خاص منزلت حاصل کر لی تھی۔ اس شاعر کی
 دو مثنویوں ”یوسف زلیخا“ اور ”ہشت بہشت“ (۱۵۸۷ء) کا پتہ چلتا ہے جو امیر خسرو کی
 فارسی مثنویوں کے ترجمے ہیں۔

نصرتی شاہی کے دربار کا ملک الشعر تھا اس کے قصائد اور مثنویاں (گلشن عشق مشنہ
 اور علی نامہ مشنہ) اردو زبان کے بہترین جواہر پارے سمجھی جاسکتی ہیں اس کے حالات
 اور کلام کے غونے مختلف کتابوں اور رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔
 شاہ امین الدین اعلیٰ بیجا پور کے اولیائے کرام سے ہیں۔ اچھے شاعر بھی تھے
 مگر افسوس ہے کہ ان کا پورا کلام اب تک شائع نہیں ہوا۔
 اس دور میں متعدد مرثیہ نگار مثلاً ”شہزادہ مرزا“ وغیرہ بھی گذرے ہیں مگر ان کے
 مکمل مرثیے اس وقت تک دستیاب نہیں ہو سکے۔

اردو شاعری کا چوتھا دور ایک عبوری زمانہ پر مشتمل ہے اس میں دکن کی
 سیاسی اہمیت کے ساتھ ساتھ اس کی زبان اور شاعری بھی زوال پذیر ہونے لگتی ہے
 مگر یہ عہد اس لحاظ سے نہایت اہم ہے کہ اس میں شمالی ہندوستان خاص کردار السلطنت

دہلی اردو شعرو شاعری سے روشناس ہوا اور وہاں کے شعرا فارسی گوئی ترک کر کے اردو شعر و سخن کی طرف مائل ہوئے۔

یہ فطرت کی عجیب قسم نظر لینی ہے کہ اگرچہ اس زمانہ میں بظاہر شمال کی معضل فوجوں نے دکن کو فتح کر لیا تھا مگر جہاں تک زبان و ادبیات کا تعلق ہے اہل میں دکن نے شمال کو فتح کیا۔ اگر اس وقت شہنشاہ اورنگ زیب کے ہاتھوں دکن کی سلطنتیں تباہ و برباد نہ ہو جاتیں اور دکن کے خزانہ علمیہ ادبیہ اور گنجینہ لٹریچر معضل مال غنیمت بن کر معضل سپاہیوں کے ساتھ شمال پہنچ جاتے، نیز دکنی شعرا اور اہل ذوق شمال میں اور شمال کے دکن میں آنے چلنے نہ پاتے اور اس طرح اردو کی علمی و ادبی قابلیت کا اہل شمال کو احساس نہ ہونے پاتا تو نہ معلوم ابھی کتنے عرصہ تک شمالی ہندوستان میں اردو زبان کس پیر سی کی حالت میں پڑی رہتی اور فارسی کا دور دورہ رہتا۔

یہ زمانہ صحیح معنوی میں دور اختلاف کہا جاسکتا ہے کیونکہ صدیوں کے اختلاف و جدائی کے بعد اس عہد میں دکن اور شمال میں ایک گوئی تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ اس وقت دکن کے شاعروں میں جنہوں نے شمال کا سفر کیا وہی 'آزاد فرنگی' غزلت اور درد مند وغیرہ اور شمال کے شاعروں میں جو دکن آئے تھے مذہم زلی فطرت، آرتو وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان شعرا کے باہمی میل جول کے علاوہ جو واقعہ دہلی میں اردو شاعری کے آغاز کا باعث ہوا (اور جس کا ذکر ابھی کیا گیا)

دکن کی اکثر و بیشتر اردو کتابوں کا اورنگ زیب کی فہمید فوجوں کے ساتھ مال غنیمت بن کر شمالی ہند میں پہنچ جاتا ہے۔

اردو شاعری کے اس چوتھے دور کے سیکڑوں دکنی شاعروں کا پتہ چلتا ہے مگر ان میں جو زیادہ مشہور ہیں ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ عشق، عاقر، وکی اورنگ آبادی، وکی ویلوری، فراتی، سرلج، غزلت، وجدی، آگاہ، داؤد، صاوم، وغیرہ اور مرثیہ نگاروں میں ہاشم علی، ذوقی، روحی، رضی، فزا، قادر غلامی، کاظمی، اول الذکر، وکے کچھ حالات اور کلام کے نمونے شائع ہو چکے ہیں مگر ان کی مثنویاں، ”یوبیک تنگ“، ”نحت لکن“ اور ”ملکہ مصر“ وغیرہ اب تک غیر مطبوعہ ہیں وکی اورنگ آبادی اور وکی ویلوری دونوں کا کلام چھپ چکا ہے۔ اول الذکر کا کلیات سب سے پہلے مشہور فرانسیسی محسن اردو گارساں و تاسی نے پیرس کے شاہنشاہ دارالطبع سے شائع کیا تھا۔ اور چند سال قبل مولوی سید محمد احسن صاحب مارہروی نے کئی نسخوں سے مقابلہ کر کے اس کا اور ایک مجموعہ شائع کیا ہے وکی دکنی کی ”روضۃ الشہداء“ چھپی تھی مگر اب کیا ہے۔

فراتی، سرلج، غزلت اور آگاہ کے کلام کے صرف نمونے چھپے ہیں۔ آگاہ پر ”انجمن طلباء قدیمہ العلوم“ کے سلسلہ تالیفات اردو میں ایک چھوٹی سی کتاب چھپی تھی بعد میں پروفیسر عبدالقادر سروری صاحب اور مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب نے اس پر تفصیلی مضامین شائع کئے۔ شاہ سرلج پر مولوی غفور احمد صاحب کام کر رہے ہیں

اس دور کے مرثیہ نگاروں کا مکمل کلام اب تک دستیاب نہیں ہوا۔ ان کے حالات اور کلام کے چند نمونے راقم نے رسالہ اردو میں شائع کئے تھے۔ پھر مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب نے بھی اس موضوع پر کئی مضمون لکھے۔ اردو شاعری کے اس دور کی نسبت ابھی بہت کچھ معلومات حاصل کرنے کی ضرورت ہے

دکن کی اردو شاعری کے پانچویں دور میں عاجزہ درگاہ، شیدا، شفیق، تجلی، ایمان، قیس، چندا، شاداں، ایما، اور احساں وغیرہ قابل ذکر شعرا ہیں۔ اول الذکر دو مرثیہ گو تھے جن پر مولوی میر سعادت علی رضوی صاحب نے تحقیقی کام کیا ہے۔ چنانچہ درگاہ پر ان کا ایک تفصیلی مضمون ”محکمہ عثمانیہ“ میں شائع ہو چکا ہے۔ شیدا کی اعجاز پر بھی ایک دلچسپ مثنوی ہے۔

شفیق کے حالات نمونہ کلام اور تذکرہ (چمنستان شعر) مولوی عبدالحق صاحب نے انجمن ترقی اردو میں شائع کیا ہے۔ شاہ تجلی اس دور کی عجیب و غریب شخصیت ہیں۔ انہیں فنون لطیفہ سے خاص شغف تھا۔ ان کی حیات اور کارناموں پر پروفیسر عبدالقادر فاضل صاحب سرگرم کار ہیں۔ ایمان پر سید اشفاق حسین صاحب کام کر رہے ہیں اور ان کے تلامذہ قیس اور چندا پر بھی سید اشفاق حسین صاحب اور سید اختر حسن صاحب علی الترتیب مصروف کار ہیں۔

شاداں (جہاراج چند دلال) اردو شعر سخن کے فیاض سرپرست تھے ان کا دیوان

چھپ چکا ہے۔ مگر کچھ کلام ابھی غیر مطبوعہ ہے جس کو معین الدین صاحب ہیرس نے مرتب کیا جو ابھی شائع نہیں ہوا۔

اس دور کے اردو شعرا شمالی ہند (خاص کر دہلی) کے شاعروں سے زیادہ متاثر تھے۔ یوں تو اس سے قبل کا دور بھی اہل شمال کے میل جول کی وجہ سے ٹھیٹھ دکنی طرز سخن کا متبع نہیں رہا تھا مگر اس دور کے شاعروں کی زبان دکنی ہی تھی اور ان کے اثر سے شعرائے دہلی نے بھی دکنی زبان ہی میں اشعار لکھنے شروع کئے تھے۔ مگر اس ابتداء میں منظر اور ان کے زیر اثر نقین سوداگیر اور تباہاں وغیرہ کی سماعی نے شمال سے اس دکنی اثر کو زائل کر دیا اور وہاں شعرا دکنی طرز کو چھوڑ کر دہلی کے اردوئے معلیٰ کے محاورے اور زبان لکھنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دکن کے شاعروں کو بھی اپنے وطن اور اسلاف کی زبان ترک کر کے شعر و سخن کے لئے دہلی کی زبان اختیار کرنی پڑی۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ ایک تو اس عرصہ میں دکن میں تیسرے سودا اور یقین جیسے اردو شاعر پیدا نہیں ہوئے اور دوسرے چونکہ عہد قطب شاہیہ عادل شاہیہ کے بعد سے دکن کے حکام اہل شمال ہی تھے اس لئے دکن میں شمالی ہند ہی کے شاعروں کی قدر و منزلت ہونے لگی۔ چنانچہ اس وقت تک لطف، شہید، نصیر، مشاق، آفاق، شہرت، منت، کمتر اور صفاء وغیرہ جیسے بیسیوں شمال کے شعرا دکن آچکے تھے۔

ان بیرونی شاعروں کی غیر معمولی قدر و منزلت دیکھنے کے بعد دکن کے شاعروں کو بھی انہی کی پیروی کا خیال پیدا ہوا چنانچہ اس دور کے دکنی شعرا کی زبان بالکل دہلی گئی اضافہ سخن کے لحاظ سے بھی وہ شمالی شعرا کے مقلد ہو گئے جس کی بنا پر طویل نظموں کا

روحِ کرمِ گہکیا اور خاصکر رزمیہ و نرمیہ ثنویاں (جو قدیم و کئی شاعری کی جان ہیں اور جن کی وجہ سے اردو ادب کا خزانہ مالِ مال سمجھا جاتا ہے) اس دور سے مفقود ہوئی شروع ہوئیں۔

دکن کی اردو شاعری کے چھٹے دور میں فیضِ خاموش، تمیز، کاپاس، عسکر باقی، میاں اور ناجی وغیرہ اس آئندہ فن گذرے ہیں۔ اس زمانہ میں شاعری کے بہ نسبت نشر کو زیادہ فروغ ہوا۔ یہ اہل میں دورِ تالیف و تراجم تھا کیونکہ اس وقت حیدرآباد میں نواب شمس اللہ اور ان کا خاندان عربی علم و فضل اور قدردانِ ادب تھا اور اگرچہ خود اس خاندان میں اچھے شاعر پیدا ہوئے مگر ان بزرگوں کو تاریخ و جغرافیہ کے علاوہ زیادہ تر سائنس اور ریاضی وغیرہ سے دلچسپی تھی۔

اس عہد کے شاعروں میں فیضِ خدائے سخن سمجھتے جاتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ ان کے جیسا بلند مرتبہ شاعر اور کثیر التصانیف ادیب عہدِ قطب شاہیہ کے بعد سے حیدرآباد میں نہیں پیدا ہوا۔ ان کے تلامذہ کی تعداد سیکڑوں تک پہنچ گئی تھی چنانچہ خود اس موضوع پر ایک مبسوط مذکرہ موجود ہے فیض نے ایک درجن سے زیادہ کتابیں لکھیں جن میں سے بعض ان کی زندگی ہی میں شائع ہو چکی تھیں۔ ان کے حالات اور کلام پر مرزا میرزا علی صاحب کام کر رہے ہیں۔

خاموش اور ناجی بھی اچھے شاعر تھے اول الذکر کا کلام چھپ چکا ہے وہ زیادہ تر مذہبی اور صوفیانہ رنگ میں لکھتے ہیں۔ موزن الذکر زیادہ تر نوحے لکھا کرتے تھے تیسرے نواب شمس اللہ کے

چھوٹے لڑکے بدرالدین خان منظم الملک کا تخلص تھا۔ وہ ایک بڑے حسن کار اور اچھے شاعر تھے
 ذکا اس دور کے وہ حیدرآبادی سخن طراز ہیں جن کی شاعری کی مدحت طرازی میں مرزا
 اسد اللہ خان غالب کے کئی خطوط رطب اللسان ہیں۔

دکن کے شاعروں کا ساتواں دور مائل لکھنؤ توفیق شانی، معالیٰ کیفی، ام صف
 عثمان، عزیز، دکنی، شاد، امجد، صغیر اور ذہین وغیرہ صاحبان سخن پر مشتمل ہے۔ انہوں نے
 ان میں سے اکثر اب موجود نہیں ہیں اس لحاظ سے شاد، عثمان، عزیز، امجد اور صغیر وغیرہ کی
 ہستیاں بیاغیت ہیں۔ اگرچہ اس دور کے اکثر شعرا کا کچھ نہ کچھ کلام چھپ چکا ہے لیکن بعض کے
 مجموعے نہایت کمیاب ہیں۔

اس دور کے قریب قریب جملہ شعرا بیرون ملک کے اساتذہ فن (جو حیدرآباد آئے)
 مثلاً میکش، ترکی، داغ، بیدل، امیر، نظم، طباطبائی اور طویل وغیرہ کے تلامذہ ہیں ان کے
 علاوہ اس عہد میں متعدد دوسرے شعرا مثلاً شیفتہ، علوی، صغیر، سائیں، جوش، صدق اور
 فانی وغیرہ بھی شمالی ہند سے دکن میں آئے۔

اس دور کی اہم خصوصیت یہی ہے کہ اس میں گذشتہ دو ادوار سے قدیم معیاری اردو
 یعنی دکن کی زبان کو ترک کر کے شمالی یعنی جدید معیاری اردو پر قابو حاصل کرنے کی جو کوشش
 کی جا رہی تھی اس کو انتہائی مدایج پر پہنچایا گیا۔ زبان کے علاوہ اس عہد کے دکنی شعرا نے
 اضافہ سخن میں بھی شمال کے اساتذہ فن کے قدم بقدم رہنے میں بڑی کامیابی حاصل کی۔

اس دور کے شعراء میں شائیں، توفیق، امجد، صفیر اور شاو کے کلام میں تصوف کی جھلکیں نمایاں ہیں اور ان میں سے بعض تو اردو کے بہترین عارف اور صوفی شعرا سمجھے جاسکتے ہیں کیسی ذہین اور آزاد نے عصر حاضر کی خصوصیات اور ضرورتوں کے لحاظ سے اپنی قوت سخن کے اظہار کے لئے نئے میدان پیدا کر لئے ہیں۔

دکن کی مسلسل خدمات شعر و سخن کا یہ ایک سطحی اور سرسری تبصروہ ہے۔ اس موقع پر تفصیل کی گنجائش تھی اور نہ ضرورت۔ اس حقیقت حال کا اعتراف لازمی ہے کہ اس سلسلہ میں بیسیوں ایسے شعراء کے نام شریک نہیں ہیں جو اساتذہ فن کے رتبہ تک نہیں پہنچے یا جن کی نسبت ابھی ہمارے معلومات محدود ہیں۔ وہ زمانہ آنے والا ہے جب اس قسم کے جملہ شاعر گوشہ گمنامی سے منظر عام پر آئیں گے۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ اس وقت بعض نوجوان خاص خاص اساتذہ پر مشغول کار ہیں جس کا ذکر انہی صفحات میں اپنی اپنی جگہ پر درج ہو چکا ہے۔ یہاں البتہ اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ بعض احباب کی توجہ اور مشورہ سے فی الحال زمانہ حال میں دورِ مہتمم کے چند شعراء کے ایسے انتخابات شائع کرنے کا انتظام کیا گیا ہے جو اردو ادب میں اضافہ کا باعث ہوں گے اور جن کے مطالعہ سے اردو کا ذوق رکھنے والے نوجوان اپنے ذوق سخن میں ترقی کر سکیں گے۔



ڈاکٹر احمد حسین مائل

مائل اور انکی شاعری

ڈاکٹر احمد حسین مائل سکالر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد حاجی محمد رضا حسین رضا
ابن حاجی حافظ مبارک احمد خاں بہار علاقہ صرف خاص میں میرٹھی تھے۔ ان کا خاندان
سلسلہ شمالی ہند میں قاضیان گویا مواد راس میں والا جاہی خاندان سے ملا ہوا ہے
ان کے اجداد میں افغانستان کے سلطان شہاب الدین فرخ شاہ اور شیخ سلیمان خان
خاکسار قابل ذکر ہیں۔

مائل نے ابتدائی تعلیم اپنے والدین ہی سے حاصل کی۔ فارسی کے کچھ سبق اپنے
والد کے استاد میر ہمدی حسین ثاقب سے بھی تیر کائے تھے۔ انگریزی حساب اقلیدس
اور دیگر علوم میں کافی مہارت پیدا کی تھی چنانچہ امتحانات کی اصلی اور مسلسل کامیابی
بننا پر سرکار سے مابانہ پچھتر روپیے انوس پاتے رہے۔ پھر مدرسہ طبابت سرکار عالی
میں ساڑھے پانچ سال تک زیر تعلیم رہے۔ اس اثنا میں انہیں سالانہ وظیفہ تعلیمی
ملتا رہا۔ کامیابی امتحان کے بعد نواب مختار الملک کے ہاتھ سے ۹۲۰ روپیہ ڈاکٹری
کی سند حاصل کی۔

مائل کو طب یونانی اور ہومیو پیتھک سے بھی دلچسپی تھی۔ وہ اپنے فن کے
خاص ماہر تھے چنانچہ ان کے بعض اہم علاج اعتلاوے سرکار عالی میں اس وقت
تک زبان زد خاص و عام ہیں۔ ان کے خاندان اور حالات زندگی کے متعلق

”ترک مجبوریہ“ اور تذکرہ شعراء دکن وغیرہ میں تفصیل موجود ہے اس لئے اس مختصر انتخاب کے ساتھ ان اموں کی طرف صرف اشارہ کر دینا ہی کافی ہے۔

طب کے بعد شعر و شاعری ہی مائیکل کا محبوب مشغلہ تھا۔ وہ شاعر پیدا ہو کر تھے چنانچہ بچپن ہی سے مقفی نظریے اور موزون مصرعے اُن کی زبان سے نکلا کرتے تھے۔ فارسی میں اپنے والد رضا سے اصلاح لیتے تھے اور جب سترہ سال کی عمر سے مشاعروں میں شریک ہونے لگے تو غلام امام شہید کے ہمشیر زادہ محمد سرفراز عینی و صفی سے اصلاح لینی شروع کی۔ وصفی مرحوم کپٹن اعجاز علی شہر کے والد اور میجر فرحت علی سابق صدر عثمانیہ ٹریڈنگ کمپنی تھے اور اپنے زمانہ کے ماہر فن اساتذہ سخن میں شمار کئے جاتے تھے۔

مائیکل کی جدت طبع اور ولولہ سخن نے استاد کو بہت جلد اُن کی طرف مائل کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف تین سال کے عرصہ میں شاگرد خود استاد بن گیا۔ چنانچہ ایک مشاعرہ میں مائیکل اور اُن کے ایک استاد بھائی احمد اللہ وائیل نے (جو شیخ مشاعروں میں اُن کے ساتھ ساتھ رہتے تھے) اپنی اپنی غزلیں سنائیں تو جہاں اکثر اصحاب نے تعریف کی بعض حاسدوں نے آواز سے کئے شروع کئے۔ ”خیر حکما کہ“ یہ تو اپنے استاد سے لکھواتے ہیں۔“ اس واقعہ سے یہ دونوں اتنا متاثر ہوئے کہ ترک شاعری کا مہرہ کر لیا اور دوسرے روز وصفی مرحوم کے یہاں اپنا تمام اتنا شاعری لیے ہوئے پہنچے اور کہا کہ ”یہ سب آپ کے حوالے ہے“ اور اس سے

ہم شاعر نہیں۔ استاد نے نہایت شفقت و دلسوزی سے کہا کہ آئندہ کاراؤہ تو آئندہ پر رہا مگر یہ تو بتاؤ کہ آخر یہ برہمی کیوں ہے؟ کیا واقعہ گذرا جو تم اتنا متاثر ہو گئے مائل نے رات کے مشاعرہ کا واقعہ سنانے کے بعد کہا کہ اگرچہ عموماً بعض استاد اپنے شاگردوں کو بوقت اصلاح اپنے ایک دو شعر بھی دیدیا کرتے ہیں مگر حضرت کا یہ حال ہے کہ ایک آدھ مصرعہ اور شعر تو بڑی چیز ہے ایک آدھ لفظ بھی دینا پسند نہیں فرماتے۔ اور ہمارے ایسے اشعار قطعاً قلمزد فرمادے جاتے ہیں جواکے آدھ لفظ کی الٹ پھیر سے بہت حسرت ہو سکتے ہیں۔ اور بعد اصلاح صرف وہی شعر چھوڑ دے جاتے ہیں کہ جن میں ایک لفظ بھی نہ بنایا گیا ہو۔ اس طریقہ عمل کی یہ وضاحت بھی فرمائی گئی ہے کہ اس طریقہ سے طبیعت بڑھتی ہے۔ حقیقت حال تو یہ ہے۔ مگر ہم کو جو صلہ ملتا ہے وہ یہ کہ ہم استاد کا کلام اپنے نام سے مشاعرہ دل میں پڑھتے ہیں۔“

یہ واقعہ سنکر اور اس برہمی کی کیفیت کو دیکھکر استاد متبسم ہوئے اور مبارکباد دی۔ شاگرد حیران تھے کہ یہ مبارکباد کا کیا محل ہے؟ پھر خود ہی استاد نے کہا کہ ”دشکوانہ کا دو گاد ادا کرو اور خوشی مناؤ کہ استاد نے تم کو یہ درجہ عطا فرمایا کہ اب ان کو تمہارے اور تمہارے استاد کے کلام میں کوئی امتیاز نہ رہا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا چاہتے ہو کہ تمہارے کلام کو تمہارے استاد کا کلام قرار دیا جاتا ہے؟“

مائل کی زندگی کا زیادہ تر حصہ (یعنی تقریباً تین سال) ملازمت کی وجہ سے

اصلاح ہی پر گزرا۔ البتہ وظیفہ لینے سے تین سال قبل حیدر آباد میں دو خانہ علی آباد پر تبادلہ ہو گیا تھا تا زنجیر کے بعد عموماً ایک دو گھنٹے مائل کی فکری کا وقت ہو کر رہتا تھا۔ اس کے بعد بارہ بجے تک مطب میں رہتے تھے۔ دایم اور طعام کے بعد کچھ دیر تک قیلولہ کرتے پھر پانچ بجے تک مطالعہ کتب اور جب کبھی ان کے فرزند ساتھ ہوتے تو یہ وقت درس و تدریس میں گزر جاتا۔ پانچ بجے سے شب کے آٹھ بجے تک عموماً چار پانچ ملاقاتی روزانہ جمع ہوتے۔ اور جب کبھی مہینہ دو مہینہ حیدر آباد آتے تو صبح سے شام تک حباب کا مجمع ہوتا اور اکثر و بیشتر شعر و سخن کا پرچار ہوتا۔

قیام اصلاح کچھ وجود اور اشخاص مائل کے یہاں اپنا کلام بغرض اصلاح روانہ کرتے تھے۔ وہ جدید حضرات کو اکثر یہی ہدایت دیتے کہ ایسے اصحاب کو اپنا کلام دکھائیں جن سے بالمشافہہ اصلاح لینے کا موقع ملے۔ اکثر و بیشتر انکار کر دیتے تھے۔ لیکن پھر بھی متعدد اصحاب کے کلام پر ان کے شدید تقاضہ و اصرار کی وجہ سے نظر ڈالنی پڑتی تھی۔ ان کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ تھی جن میں اہل دکن کے علاوہ اہل شمال بھی شامل تھے۔ ان کے خاص تلامذہ میں قابل ذکر یہ ہیں:-

(۱) دراج جنگ آلم (۲) صادق جنگ عظم (۳) سید یوسف حسینی عظم (۴)
 وحید الدین رسا (۵) مفتی عظم علی شائق (۶) عبدالسلام راعب (۷) عبدالوہاب عظم
 (۸) ابوبکر فیاض الدین وغیرہ

مائل ہمدرد اور یار باش انسان تھے۔ کم استطاعت و ریضوں کو اپنے صرفہ
 بجلی سے دوائیں منگوا دیتے تھے۔ ان کے یہاں اکثر مہمانوں کا مجمع رہتا اور انہیں
 دوستوں کی ساہا سال تک پابندی کے ساتھ ماہانہ مدد کرتے رہے۔ آخر عمر میں
 مذہبی رنگ بہت حاوی ہو گیا تھا۔ حضرت آغا داد و صاحب سے بیعت تھی۔
 ان کی فرمائش پر ایک میلاد مبارک لکھی تھی جس کو انہوں نے بہت پسند فرمایا۔ جس
 بعد سے مائل نے سوائے نعت شریف کے کچھ نہیں لکھا چنانچہ ایک نعت دیوان
 مکمل ہو گیا تھا۔

حیدر آباد میں تبادلہ ہونے کے بعد سے فرائض منصبی کے بعد اکثر وقت
 مراقبہ میں گذارتے تھے یہاں تک کہ سواری میں بھی عالم رہتا تھا۔ جب وظیفہ
 لے کر ملازمت سے سبکدوش ہوئے تو اپنے مرشد کی درگاہ کے قریب آغا پورہ
 میں ایک مکان میں مقیم ہو گئے۔ چند روز کے بعد فالج میں مبتلا ہوئے اور تقریباً
 ڈیڑھ سال بتلا رہنے کے بعد ۲۲ رمضان ۱۳۲۸ھ کو وفات پائی اور
 اپنے مرشد کی درگاہ کی سیڑھیوں کے سامنے جانبِ غرب دفن ہوئے۔

مائل نے اردو زبان کی لازوال خدمت کی ہے۔ وہ دکن کے ان خاص خاص
 شاعروں میں سے ہیں جن کے کارنامے دنیا سے اردو میں ہمیشہ قدر کی نگاہوں سے
 دیکھے جائیں گے۔ ان کے زمانہ میں دکن میں کوئی ان کا ہم پلہ شاعر نہ تھا۔ استاد الاساتذہ
 حضرت فیض کے بعد سے ان کے جیسا قادر الکلام بختہ مشوق اور پرگو شاعر کوئی نہیں

پیدا ہوا۔ مائل میں وہ تمام صفات بدرجہ اتم موجود تھیں جو ایک حقیقی اور بلند مرتبہ شاعر میں ہونی چاہئیں۔ رفعت، تخیل، فکر کا مل، قادر الکلامی، شوخ طبعی، اور جرات ریزانہ اتنی خصوصیتیں بہت کم ایک جگہ جمع ہو سکتی ہیں اور فطرت کی یہی وہ فیاضی تھی جس نے مائل کو بھٹائے عصر بنا دیا۔ انہوں نے قریب قریب ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ان کی غزلوں میں شوخی، رندی و مستی، اور کہیں کہیں تصوف کی بھی جھلک پائی جاتی ہے، ان کے قصیدے فطری شان و شکوہ اور قادر الکلامی کے اچھے نمونے ہیں۔ ان کے مرثیے ان کے قلم کی روانی، اور قوت بیان کے دلچسپ ترجمان ہیں۔ اور ان کی رباعیاں تو سچے میلاد نامے، نعتیہ کلام، اور نعتیں روحانی لذتوں اور گونا گوں قلبی کیفیات سے مالا مال ہیں۔

مائل کے قریب قریب پندرہ ہزار شعر کا پتہ چلا ہے۔ اور جو کلام انہوں نے دوسروں کو دیدیا ان کے بعد تلف ہو گیا وہ اس کے سوا ہے۔ ۱۳۲۱ھ میں ۱۹۰۳ء تک ان کے کلام کے تین مجموعے شائع ہو چکے تھے۔ دو نعت میں جن کے نام نورِ ظہور اور ظہورِ نور ہیں اور ایک تحفہ دکن جس میں ہر صنف سخن کے نمونے شامل ہیں۔ یہ مجموعہ تقریباً سات ہزار شعر پر مشتمل ہے اور ۱۳۱۴ھ میں ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا ہے۔ اس کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ہر غزل پر صنف کی وہ عمر درج ہے جو اس کی تصنیف کے وقت تھی تحفہ دکن کے بعد انہوں نے چار ہزار شعر کا اور ایک دیوان بھی مدون کیا تھا۔ اس کے علاوہ آخر عمر میں نعتیہ کلام کا بھی اور ایک دیوان مضر

ہو گیا تھا۔ ان دونوں کے قلمی نسخے اس وقت موجود ہیں۔ اس مدون کلام کے علاوہ بہت سی غزلیں، مرثیے، رباعیاں اور معراج نامے وغیرہ خود مصنف ہی کے ہاتھ سے لکھے ہوئے محفوظ ہیں۔

مائل کے اس مجموعہ شعر و سخن کے مطالعہ سے ان کی شخصیت کی اصلی عظمت بے نقاب ہونے لگتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیسے قادر الکلام اور پرگو شاعر تھے۔ ان کے یہاں کم غزلیں ایسی ملیں گی جو دو غزلہ اور سہ غزلہ نہیں، بعض بعض زمینوں میں تو انہوں نے ٹوئستوں کے قریب شعر لکھے ہیں۔

کلام مائل کی دوسری خصوصیت نہایت ہی سنگدلانہ اور مشکل زمینوں میں طبع آزمائی ہے۔ شاہ نصیر اور ذوق کے بعد اردو زبان کا شاید ہی کوئی ایسا شاعر پیدا ہو جو اس خصوص میں مائل کی ہمسری کر سکے، اس قسم کی بعض زمینوں کی مثالیں اور ان میں مائل کے اشعار کی تعداد کے علم سے مائل کی رقت پسندی اور قدرت کلام کا ثبوت ملے گا۔

۱۔ کیوں نہ تڑپے راستہ میں خاک چھڑی رہا، تلافیہ مصنطر ردیف زیر پا شعر ۲۳

۲۔ آغوش نقش پا ہے آغوش نقش پا۔ رہ ہوش رہ نقش پا رہ ۴۶

۳۔ آفتاب آسے چمک کر جو سر جام شراب۔ رہ سحر رہ جام شراب رہ ۴۳

۴۔ میں لب و خطور رخ انور مفید و بہر و سرخ۔ رہ گوہر رہ مفید و بہر و سرخ ۲۵

۵۔ ہے عذیب باغ سے دور اور شکستہ پر۔ رہ ایام رہ دور اور شکستہ پر ۲۸

ایسے نکل پڑے ہیں جو واقعی ان اساتذہ قدیم کے جواہر پاروں کے پہلو بہ پہلو رکھے جاسکتے ہیں۔ ممکن تھا کہ مائل کے اس قسم کے اشعار بطور نمونہ و مقابلہ یہاں پیش کئے جاتے مگر اس موضوع پر آج سے ۳۴ سال قبل مائل کے ایک شاگرد عظیم نے سن ۱۳۲۵ء میں سواد و مکتوبات کی ایک ضخیم کتاب ”زمزمہ ہندوکن“ شائع کی تھی جس میں اکثر اساتذہ فن کے کلام کے ساتھ ساتھ مائل کے کلام کو پیش کیا گیا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ بعض جگہ شاذ کا جو شہ عقیقت انتہائی حد کو پہنچ گیا تھا اور اسی وجہ سے استاد کی شہرت بری طرح متاثر ہوئی اور ان کی صحیح عظمت بے نقاب نہ ہو سکی۔

”زمزمہ ہندوکن“ اصل میں ان معترضوں کے جواب میں لکھی گئی تھی جو ایک دکنی شاعر ہونے کی وجہ سے مائل کی اسادی کا اعتراف نہیں کرنا چاہتے تھے اور زبان اور شہ و سخن کو بھی کسی خاص ملک بلکہ شہر یا محلہ کے رہنے والوں کی میراث سمجھے جاتے تھے۔ اس زمانہ میں اردو کے اہل زبان صرف وہی معدودے چند خاندان یا اشخاص سمجھے جاتے تھے جو دہلی یا لکھنؤ کے خاص خاص محلہ جات میں سکونت پذیر تھے اور دوسرے ملک یا شہر یا محلہ کے وہ صاحبان علم و فضل یا شہ و سخن کا ذوق رکھنے والے بھی غیر اہل زبان سمجھے جاتے تھے جن کے اسلاف صدیوں سے اردو زبان کو مادری زبان کے طور پر استعمال کرتے آئے تھے۔ اور جو سوائے اردو کے اور کوئی زبان نہیں جانتے تھے یہ مصنوعی اور مضحکہ خیز امتیاز اس درجہ مستحکم کر دیا گیا تھا کہ دوسرے مقامات کے رہنے والے بھی خود کو غیر اہل زبان سمجھنے لگے تھے اگرچہ کہ ان کی مادری زبان

اُردو ہی کیوں نہ ہو اور اس کے سوا وہ کوئی اور زبان بول ہی نہ سکتے ہوں۔
 اُردو زبان میں اہل زبان اور غیر اہل زبان کا جھگڑا اُس وقت سے شروع
 ہوا جب عہد آصف الدولہ کے بعد سے خود لکھنؤ میں بڑے بڑے شاعر اور افسانہ پرداز
 پیدا ہونے لگے۔ اس وقت اہل لکھنؤ نے جس طرح سیاسی حیثیت سے خود مختاری کا اعلان
 کیا زبان میں بھی خود کو دہلی کی غلامی سے آزاد کر لیا۔ اور جیسے جیسے لکھنؤ کی تصنیف و تالیف
 میں اضافہ ہوتا گیا وہ ایک جدا گانہ دبستان بنتا گیا۔ وہاں کے الفاظ، محاورے اور
 روزمرے جو پہلے غلط سمجھے جاتے تھے اور جن پر دہلی سے آئے ہوئے اصحاب اکثر
 معترض رہتے تھے اب مستند ہو گئے۔ یہ بغاوت اہل دہلی کے لئے ناگوار تھی۔ چنانچہ
 آپس میں جھگڑ بڑھنے لگی۔ ادھر میرامن نے بگڑ و بہاگڑ میں اپنی زبان پر فخر کیا ادھر
 رجب علی بیگ سردار نے فائدہ عجائب میں اس کا جواب دیا کہ:-

”اگرچہ اس پیمبر کو یہ یارا نہیں کہ دعویٰ اُردو زبان پر لائے یا اس افسانہ کو بطر زشتاری

کسی کو سنائے۔ اگر شاہجہاں آباد کہ مسکن اہل زبان بھی بیت السلطنت ہندوستان تھا۔

وہاں چند سے بود و باش کرتا تو فصاحت کا دم بھر تاجیہ امیرامن صاحب نے چار درویش

کے قصہ میں کہیں لڑا کیا ہے کہ ہم لوگوں کے ذہن و حصہ میں یہ زبان آئی ہے۔ دلی کے روز

میں محاوروں کے ہاتھ پاؤں توڑے ہیں۔ پتھر پڑیا ایسی سمجھ پر بھی خیال انسان کا

قام ہوتا ہے“

مگر اہل لکھنؤ کی آواز خیالی اور ایک جدا گانہ دبستان کے قیام کے باوجود

دہلی والوں کا احساس تفوق نہیں مٹ سکا۔ میر مہدی بخروج جن کی آنکھوں کے سامنے دہلی کی محفلیں تباہ و برباد ہو گئیں مرتے دم تک دہلی کی لکھنوی پر فوقیت جتا رہے حالانکہ ان کے استاد غالب ہمیشہ انہیں ڈانٹتے رہتے تھے کہ۔

”اے میر مہدی تجھے شرم نہیں آتی۔ ارے اب اہل دہلی مہندو ہیں یا اہل حرفہ، یا خاک ہیں یا چغلی ہیں یا گورے ہیں۔ ان میں سے تو کس کی زبان کی تقریر کرتا؟ لکھنوی کی آبادی میں کچھ فرق نہیں آیا۔ ریاست تو جاتی رہی باقی ہرفن کے کمال لوگ موجود ہیں۔۔۔۔۔ قصہ مختصر شہر صحرا ہو گیا۔ اب جو کنویں جاتے رہے اور پانی گورہاں یا ب ہو گیا تو یہ صحرا صحرائے کراہا ہو جائے گا۔ اللہ اللہ دلی والے اب تک یہاں کی زبان کو اچھا لکھتے جاتے ہیں۔ واہ رہے حسن اعتقاد۔ ارے بندہ خدا اردو باز نہ رہا۔ اردو کہاں؟ دلی کہاں؟“

دہلی اور لکھنوی کے ان اختلافات کی وجہ سے ایک ایسا نامبارک جھگڑا اُڑا ہونے والوں میں پیدا ہو گیا جس کے مضامرات سے اردو اس وقت تک نجات نہ پاسکی۔ اہل زبان اور غیر اہل زبان یا زبانداں کے مابین فرق و امتیاز کرنا جس ناگوار شکل میں اردو دنیا میں پایا جاتا ہے کسی زبان کی تاریخ میں نظر نہیں آتا۔ مہندوستان میں اس کی ابتداء اے دن کے ایرانی نوواردوں کی وجہ سے ہوئی جو ہندوستان کے عالموں اور فاضلوں کو اپنے مقابلہ میں کم رتبہ سمجھتے تھے اور اپنی فوقیت کا زیادہ تر ثبوت اپنے اہل زبان ہونے سے دیتے تھے۔ ہندوستان کا فاسی شاعر یا انشا پرداز

باہر نکلی چکی ہے۔ اُس کے لئے اب اُسی قد و وسعت کی ضرورت ہے جب قدر

کہ ہندوستان میں وسعت ہے۔ (افادات سلیم صفحہ ۲۳)

یہی خیال مائل کا بھی تھا۔ انہوں نے پروفیسر سلیم کی اس تحریر سے تیس
پنچیس سال قبل ہی سے اپنے کلام میں اسکی طرف اشارے کرنے شروع کر دیے
تھے۔ اُن کو یقین تھا کہ اب اُردو اتنی محدود نہیں رہ سکتی اور اب دکن بھی لکھنؤ کی
طرح غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر اپنی زبان کا لوہا منوالے گا۔ وہ کہتے ہیں:—

لکھنؤ اب حیدر آباد دکن ہو جائیگا

اور یہ محض ایک شاعرانہ ترنگ ہی نہیں ہے۔ وہ صاف صاف کہہ دیتے

ہیں کہ اگر شعر و سخن کا یہی ذوق اور قدر دانی جاری رہے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں

دلی سے بڑھے یہ حیدر آباد مائل جو ہو قدر اس ہنر کی

لیکن اس موقع پر اس حقیقت حال کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ مائل کو جس

ماحول سے مقابلہ کرنا پڑا وہ ان کے خیالات و معقدات کے لحاظ سے نہایت

ناخوشگوار تھا۔ اختیار تو اختیار خود ان کے اہل ملک بھی یہی سمجھتے تھے کہ مائل ایک غیر اہل

زبان شاعر ہیں اور وہ کسی طرح دہلی یا لکھنؤ کے کسی شاعر کے ہم پلہ بھی نہیں ہو سکتے

اس لئے انہوں نے اپنے کلام میں جگہ جگہ اہل ملک کی ناقد دانی کی شکایت کی ہے

وہ کہتے ہیں:—

مائل جو قدر دانی سفارش ملا تو کیا جھکھو تو قدر دانی سخن کی تلاش ہے

مگر افسوس ہے کہ مائل کی یہ ساری کوششیں اُن کے حق میں مضر ثابت ہوئی
عام طور پر یہ خیال قائم کر لیا گیا کہ وہ ایک مغرور شاعر ہے اور اہل زبان اساتذہ
کے ساتھ خواہ مخواہ مقابلہ کرتا ہے۔ اس کی اصل وجہ تو یہی تھی جو مائل نے بیان کی
ہے کہ ۷

قدر مائل کی ہو کیونکر کہ ہے مائل و کئی وہ دکھا سنا ہے ہی عیب ہنر سے پہلے
نشو و نما پائی ہے دکن میں قدر ہماری کیونکر ہوگی

گھر کی مرغی دال برابر کس کو دکھائیں اپنا ہنر ہم
مائل اپنے اہل ملک کی اصل کمزوری سے واقف تھے۔ اس کو دور کرنیکی
کوشش انہوں نے اس طرح سے بھی کی کہ اہل زبان شعرا کی اچھی سے اچھی غزلوں
کے جواب میں خود بھی اعلیٰ درجہ کی غزلیں لکھیں اور یہ ثابت کرنا چاہا کہ اگر دکن کا بھی
کوئی شاعر چاہے تو برابر کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں ۷

مائل نے غزل لکھی ہے تو من کی غزل تھی ہند کی اب ہو گئی دکن کی بڑی
اسی طرح وہ یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ اگر توجہ کرے تو ایک حیدر آبادی
شاعر اہل دہلی یا اہل لکھنؤ جیسی زبان لکھ سکتا ہے ۷

توجہ اگر ہو تو اردو ہے کیا چیز کہ راز خدا آدمی جانتا ہے
ساتھ ہی اپنے اہل ملک کو یہ بھی سمجھاتے ہیں کہ تم جن کو اہل زبان سمجھتے ہو
وہ بھی تو میری (یعنی ایک دکن کے شاعر کی) تعریف کرتے ہیں ۷

گیا جی مائل خوش بیان کئی اہل ہند تھے جمع واہ
 وہ میں دشمن کا شاعر ہوں بتان ہند کی مجھ پر
 ہو پہلے میرے سخن سے خوش ہو پھر سخن کے اثر سے خوش
 عنایت ہے نوازش ہے کم ہے ہر بانی ہے
 دکن کا رہنے والا ہے کہ یہ ہندوستانی ہے
 دکن کے شاعروں کی بھی طبیعت ایسی ہوتی ہے
 قائل ہیں اہل ہند تری بول چال کے
 مجھے مہر سپر شاعری کہتے ہیں جب مائل
 کسارے ہند میں ہے مجھ سے روشن نام کھنکا

یہ شخص شاعرانہ تعلیم نہیں بلکہ واقعہ ہے کہ شمالی ہند کے اکثر شاعر اور
 اہل ذوق مائل کی زبان اور قدرت کلام کے معترف تھے اور ان میں سے بعض تو
 اپنے کلام پر ان سے اصلاح بھی لیا کرتے تھے شمس العلماء حافظ نذیر احمد کے فرزند رشید
 بشر الدین احمد دہلوی نے ایک دفعہ مائل کو لکھا تھا کہ:-

خدا خدا کر کے ایک دوست کی عنایت سے آپ کا دیوان مجھے ملا اور میں نے
 بغور اسے پڑھا میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ میں شاعر نہیں ادیب نہیں مگر
 اچھے بڑے کی تمیز مجھ میں ہے۔ اور گواہ زبان ہونے کا فخر نہیں مگر دماغ کا
 رہنے والا ہوں جہاں کی زبان مستند گنی جاتی ہے یہی دماغی اور ایسے شخص سے
 پڑھا لکھا ہے جس کی زبان آج ہند میں بے نظیر ہے یعنی مولوی نذیر احمد مدظلہ العالی
 پس ان خصوصیتوں کے لحاظ سے مجھے بھی تھوڑا مذاق فہم سخن میں ہونا چاہیئے
 اور انجمنہ اللہ کہ کچھ ہے میری سچی رائے ہے کہ آپ کا کلام اعجاز عجیب و غریب
 اثر رکھتا ہے۔ دکن کے لوگوں سے زیادہ اہل ہند کو اس کی قدر کرنی چاہیئے کہ

انہیں کے بھائیوں میں سے ایک ایسا شخص نکلا جس نے دکن کا نام روشن کیا۔

مورخہ ۲۹ دوسرے ۱۹۳۱ء (ماخوذ از دہرہ ہندو دکن صفحہ ۲۱۱)

مائل اپنے مقصد یعنی اہل دکن کے احساسِ اپنی کو دور کرنے میں پوری طرح سے کامیاب ہو جاتے اگر ان کے ہم حصروں داغ اور آئیر جیسے اعلیٰ پایہ اساتذہ ہنر سے دکن کے اہل ذوق اُس وقت مرعوب و متاثر نہ ہوتے۔ اگرچہ جدت طبع پر گوئی اور عاشقِ مراجمی میں وہ داغ سے کسی طرح کم نہ تھے لیکن داغ کی طرح وہ ہمیشہ در شاعر نہیں تھے اور نہ اُن کی شاعری درباری قدر افزائیوں کی وجہ سے سر بلند ہو سکتی تھی۔ اُن کی ساری زندگی شہر کی شعرو سخن کی محفلوں اور اہل ذوق کے جمعوں سے دور اصطلاح اور دیہات کے دو اخلاؤں اور مریضیوں میں گذر گئی۔ اپنے اس پیشہ کی مصروفیتوں کے بعد جو کچھ وقت ملتا اس کو وہ محض اپنے فطری ذوق کی بنا پر شعرو شاعری میں صرف کرتے۔ مگر اس پر خلوص اور بے غرض خدمت کی وجہ سے انہیں طرح طرح کی پریشانیوں اور مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ملک الشعراء مرزا داغ کو یہ خیال دلایا گیا کہ مائل اُن پر چوٹ کیا کرتے ہیں، اور دکن کے اہل ذوق طبقہ میں مائل کی رود افزوں مقبولیت کو دیکھ کر کوئی تعجب نہیں کہ داغ اس پر یقین بھی کرنے لگے ہوں۔ چنانچہ مشہور ہے کہ اعلیٰ حضرت عرفاں مکاں نے کبھی اُن سے مائل کی نسبت دریافت فرمایا تھا تو داغ نے یہی جواب دیا کہ ”وہ شاعر تو بہت اچھے ہیں مگر مجھ پر ہمیشہ چوٹ کیا کرتے ہیں“۔ ممکن ہے کہ داغ کا یہ خیال اس لئے بھی خبیث ہو

ہو کہ ماٹل نے اپنے اہل وطن کا احساسِ ہستی دور کرنے کے لئے بعض شعرا پر یہ بھی کہہ جو
علاوہِ دروغ کے اشعار کا جواب معلوم ہوتے ہیں مثلاً ہے

زبان کا بڑا جن کو دعویٰ ہے ماٹل انہیں بھی تو آئی زبان آتے آتے
کیوں مادی زبان پر ہے مدعی کوٹا ماٹل وہ اک کنیز ہے میرے کمال کی
وصفی کے شاگرد ہونے کی حیثیت سے اگرچہ ماٹل دبستانِ گھنوں سے تعلق رکھتے
تھے مگر ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے اس دبستان ہی کے رنگ پر قائم
نہیں رہے۔ ان کے یہاں بہت سا کلام دبستانِ دہلی کے رنگ میں بھی پایا جاتا
اور ان کے بعض شعروں پر تو بالکل دروغ کے اشعار کا شبہ ہونے لگتا ہے۔ ان کی
شاعری اسل میں ایک ایسا سنگم تھی جہاں دہلی اور گھنوں دونوں مقامات کی خصوصیات
سُخن ایک دوسرے سے بغلیگر ہو رہی تھیں۔ ماٹل نے ان دونوں دبستانوں کو
مل کر دکن میں ایک نیا دبستان پیدا کرنے کی کوشش کی تھی اگرچہ وہ اپنے ہم خیالوں
فقدان کی وجہ سے اس میں خاطر خواہ کامیاب نہیں رہے۔

ماٹل کے کلام میں جہاں عریاں جذبات نگاری اور جبرین پرستی کے اشعار ملیں گے
ایسے پاکیزہ اور بلند مرتبہ شعری دستیاب ہوں گے جو کسی اعلیٰ پایہ صوفی یا بلند خیال
شاعری کے یہاں نظر آسکتے ہیں۔ انہوں نے صنعتِ نازک کی دلفریبیوں اور مضامین
مانگ، چوٹی، جبرین، اور کمرے متعلق بعض ایسے ایسے شعری کھمبے ہیں جو شاید اب
رکین سمجھے جائیں۔ مگر اُس زمانہ کے مذاق اور ماٹل کا ایک خاص رنگ لکھانے کی

خاطر اس قسم کے بعض شعر یہاں پیش کئے جاتے ہیں :-

وہ بچپن کی رات کا اٹھنا وہ لٹنا تیرے جو بن کا
کہتے ہو نائل مرے جو بن کا دیوانہ ہوا
یار کی چوٹی کی جمعیت شعاعوں میں نہیں
نئے انکی طہنی زلف میں موبان سرخ رنگ
ہر قدم قدم پر قیامتیں ہیں قیامتوں میں نزائیں
طلب کرتا ہے سوسہ بھی کس سے عکس اپنے
وہ مسکرا کہہ چھتے ہیں معنی وصال
نہیں ہے نائل یہ شوق اچھا کہا کجی آفت کد ہر گاہ
مزے یارب اڑاتے خوب ہم راتوں کو خلوت میں
نہ کرندوں سے واعظ بحث تو بیٹ جائیگا اکڑنا
ان شلوخ اور عرباں اشعار کے مقابل میں رفعت تنخیل، صداقت خیال اور
تصوف و غیرہ سے متعلق حسب ذیل اشعار و وزنوں رنگوں کے درمیان تفاوت
راہ کے ظاہر کرنے کے لئے کافی ہیں :-

نہر جب تک شاہ میں نہ کچھ بوبوں نہ کچھ کھیل
ہوا جب آپ ہی اپنا تنائی تاسا شاعری
چچ کو جو میں چلا تو ملا کعبہ ہر جگہ
تو کس طرف نہ تھا تراہلوہ کد ہر نہ تھا

بیاں تیرا دہن میرا، زباں تیری قلم میرا
تجھے مینا یا جامہ نور مطلق نے مقید کا
تو کس طرف نہ تھا تراہلوہ کد ہر نہ تھا

بنزل گا خاک راہ جستجو کی کہ ہوں پس ماندہ اک کاررواں کا
 چمکا جو بخت سب نے کہا جھوٹا قسمت بگڑ گئی تو کہا بے شعور تھا
 جنس وحدت ہوں مگر کثرت بازاروں میں وہ یوسف ہوں جو آپا پنے خریدار کوں
 اسے سیکھا اسے پایا، اسے پایا، اسے کھوایا مجھے علم الیقین برسوں رہا حق الیقین برسوں
 تیری کثرت، کا یہ غوغا ہے ٹھکے بھاو تیری وحدت کا یہ ایسا ہے گہباں ہونٹ

غرض مائل نے سچ کہا ہے کہ

مرے دیوان میں ہر رنگ کے ہیں شعرا کا وہی بے گوی چچا جو اس فن میں کل ہے
 اُن کے کلام کے ہر رنگ پر تفصیل سے بحث کرنے کی ضرورت ہے۔ ان مختصر
 سے مجموعہ انتخاب کے لئے جو کچھ اس وقت لکھا گیا ہے وہ بھی اس چھوٹی سی کتاب
 کی محدود بساط کے لئے زیادہ ہے۔ اس انتخاب کے بارے میں یہ امر قابل ذکر ہے
 کہ اس میں زیادہ تر جدید ذوق اور معیاری اردو کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ مائل کے
 کلام میں استادانہ اشعار کی ایسی فراوانی ہے کہ اگر اُن سب کا انتخاب کیا جاتا تو
 اس مجموعہ جیسی چار کتابیں تیار ہو جاتیں۔ انہوں نے بعض الفاظ اور محاوروں کے
 استعمال میں دہلی اور لکھنؤ کے دبستانوں کے خلاف اجتہادی قوت سے کام لیا،
 اور اس ذریعہ سے اس امر کی سعی بیش کی ہے کہ اہل دکن کے لئے ایک نیا دبستان
 قائم ہو جائے مگر افسوس ہے کہ اس موقع پر ان کی اس قسم کی کوششوں کی تفصیل
 درج نہیں کی جاسکتی۔

آخر میں ماٹل کے فرزند رشید مولوی جمال احمد صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنے مایہ ناز والد کے کلام (مطبوعہ اور قلمی) اور حالات زندگی کی فراہمی میں کثادہ دلی کے ساتھ میری مدد فرمائی ورنہ ممکن نہ تھا کہ یہ اہم کام انجام پاسکتا ہوں۔ عزیزی سید ابو الفضل صاحب بی۔ اے کا بھی شکریہ گزار ہوں کہ انہوں نے میرے انتخاب کو مطبع کے قابل بنایا اور پردفوں وغیرہ کی اصلاح میں رحمت اٹھائی۔

سید محی الدین قاضی

رفعت منزل سوماجی گوڑہ
یکم ربیع الاول ۱۳۵۲ھ
مطابق ۳ جون ۱۹۳۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الہی لا الہ کا راز ہو لطیف رقم میرا
 جلا کر اشتیاق دیدنے بہم کیا کھو
 نہ میں مردہ تہ میں نہ دفن کسی تقابلی
 مرے آرام کا طالب میری تکلیف پر
 خدا کی جلوہ گیں ایک تصویر خیالی ہو
 گناہوں کو مگر کھلے فرشتے عمر بھر رو
 کہ انگشت شہاوت بنکے اٹھاتے فلم میرا
 نہاں دو دریاغ طو میں ہے سچ و خم میرا
 عدم میں میری سہمی میری سہمی میں دم میرا
 کرم وہ بھی کرم تیرا ستم وہ بھی ستم میرا
 نہ تن میرا نہ جاں میری نہ دل میرا نہ دم میرا
 قیامت میں جگھو لا تو علنا نہ تھا غم میرا

تقوٰۃ وقت گ آیا یہ کس چائش عالم کا
 الہی کرنے والے کو اگر تو ابرو بنختے
 حیات جاوداں بنتا ہے شتہ ٹوٹ کر دم کا
 گہر بن جاگوش گل تک کہ خطرہ شبنم کا

واہ کیا خوب مرے دلو کھلونا سمجھے
 میں جوانی کے تصدق یہ لڑکپن کیسا

یہ کہتے ہیں کیا آپ میں ل نہیں ملتا
تو مجھ سے ملایہ تیری نظر میری نظر سے
کیا اپنے رکھا ہے کیجے میں چھپا کر
ملتا ہے وہ دل جس میں یہ بت ہے نا اٹل
ملتا ہے مگر آپ کے قابل نہیں ملتا
یہ کیا کہ مرے دل سے لڑو ل نہیں ملتا
میرا دل مضطرب دل بسمل نہیں ملتا
جس ل میں خوار رہتا وہ دل نہیں ملتا

*

نخل میں ل بچا لیں کرب تک ل نہیں سکتے
فدا اس پر سکھائی تھکوا ایسی گفتگو جس نے
ہم انکے جو رہنما کا وہ اپنے عشق پہنا کا
مرازاں میں نہیں کھلے نہیں میں مرازاں کا

*

بن گیا دل سمٹ کے پہلو میں
غیر کے بھی میں وہ آئے ہیں
عشق نے دل مرا نچوڑ لیا
نہ کیا تو نے میرے دل کو پسند
ورد اعضا میں جا بجا نہ رہا
اب نظارے میں بھی مزا نہ رہا
ایک قطرہ بھی خون کا نہ رہا
اب یہ کجخت کام کا نہ رہا

*

اب ل مرے پہلو میں بنایا ہے خدا نے
میت پر مری آپ کے دوا شک نہ ٹپکے
پہلے یہ سلیمان کی انگلی ٹھکی کانگلیں تھیں
کیا کیا نہ گماں تھا مجھے کیا کیا نہیں تھا

کیا انہی تھیں جس میں ترے گھرات کو پہا
کل خواب میں جڑا ہوا فردوس میں تھا
نکلا یہ دل غیر شب وصل کہاں سے
ظالم گردہ بندِ قبا میں تو نہیں تھا

*

جھکایا سر تو نکلا عید کا چاند
مہ نو ہے چشمِ گردن کسی کا
جو دیکھوں آئینہ خود کو نہ دیکھوں
نظر میں ہے رخ روشن کسی کا

*

کہاں چھپا دل الہی میں خانہ دل کو
یہ شور ہے بتوں میں خدا کا گھر لینا
نہ پوچھو ہم سے دل اچھا ہے یا جگر اچھا
پڑے ہیں سامنے دونوں پسند کر لینا

*

ملک حسن و عشق کا حاصل ملا
مجھ کو تیرا جھکو میرا دل ملا
کی خدا سے عاشقانہ گفتگو
کس قدر گستاخ جھکو دل ملا
جس جو ہونے لگی جب بوقتِ قتل
میری آنکھوں میں مرا قاتل ملا
بند کیسے آنکھیں تو وہ آیا نظر
لو اندھیرے میں مہ کا بل ملا
اور مجھ کو کیا ملا سر کا رستہ
تھوڑا تھوڑا سب کے در دل ملا

*

نہجکو کرٹھا کرٹھا کے وہ مارینگے جان
دلبر ہوئے تو کیا میرے پیار ہوئے تو کیا
آنکھیں کھلی ہوں تو وہی سامنے رہے
آنکھوں کو بند کر کے نظر کر ہوئے تو کیا

✽

رات کو جس بت نے لیا دل مرا
صبح کو نکلا وہی قاتل مرا
چیز بہت چھوٹی ہے قیمت بڑی
مول کوئی لے نہ سکا دل مرا
جسم بھی ہے جان کی صورت غور
خود مری سلی ہے یہ محل مرا

✽

تجھے منظور ہو دشمن اپنے رُکے روشن کا
ملا کر اپنے رخ سے جسکو راکشہ میں دیکھے
راکشہ ہر راکشہ میں مدد ہو جوانی کی
وہ سر نہر ہی دل کی آئے جنت اسکے سایہ
قیامت میں خدا کو دیکھ کر یا تو کیا پایا
سمٹ کر آئینہ میں جا بے جلوہ دشت ایمں کا
تھار کی سیج کا وہ پھول مایہ نرفن کا
جوانی وہ جوانی خاتمہ جس پر راکشہ کا
خلا و ندا پھلے پھولے دیانہ سے خرمں کا
مزا وہ بھی فرار کس کا ایسی کڑکے درخں کا

✽

جس دل میں بھیجا تھا وہ زباں پر آنا ہوا
سمجھے یہ التجا ہے ہمارا وصال کی
آدم کی مٹت خاک میں کچھ ہے ملا ہوا
وہ ہنس پڑے بلند جو دست و دعا ہوا

ذرونیہ مہر۔ مہر پہ ذرے شار ہیں ہر چیز میں ہے کون الہی چھپا ہوا

موسمی کو مل گیا بد بیضا تو کیا ہو وہ ایک داغ ہے مرے دل کا گرا ہوا
لوچ طلسم کن کے ہیں اعضا مرے حرب اٹھا لٹخ شبن کے جو تجھے جدا ہوا

وغنا سر بھی کھا دل نہ طلبگاروں کا بات گھر کی نہیں نہ گامہ پہ بازاروں کا
ایک دم ڈبھ کے خضر بھیجے ہٹے چارندہ کو چہ عشق میں کیا فرش ہے انگاروں کا
تیری تصویر گزرتا ہے بلائیں لینے رنگ اڑتا ہے جو ریف کے خریداروں کا

شبشوں نے طرز اڑائی رکوع و قیام کی کیا ان میں ہے لہو کسی پر پیرنگار کا
کیوں غش ہوئے کلیم تجھ لائے طور پر وہ اک چراغ تھا مرے دل کے ہزار کا
کثرت کا رنگ شاید وحدت کا ہے نہا وہ ایک سچی نام ہے شرد نہار کا
کیا کیا قریب کے سرفیل گر پڑے دم آگیا جو صور میں مجھ بقیہ دار کا

تنگ ہو کر دل مرا تیرا دہن جا رہا تنگ جو سینہ میں لطف سخن ہو جا رہا

آپ کی آنکھوں کے آگے سامری کیا چیز ہے
یہ کریچا دو تو گو سالہن ہو جائیگا
مشرکے بازار میں بے پردہ جوائے گا تو
رنگ یوسف اڑکے تیل پر یہن ہو جائیگا

دل عشاق چراغوں کے عوض جلتے ہیں
کیا کرو گے جو تنھاری ہی تمنا نکلے
موت آتی جو خضر کو تو دوبارہ جیتے
حرم و دیرین دل میں یا شہ رگ میں
سر حفل مری نظم سیم کو فتنے اٹھے
گھس گیا شنگ ویر یار مرے سجدہ رس
ککش جن کو اللہ سلامت رکھے
حال روشن ہے تری انجمن آرائی کا
تو طے کیوں ہو کہ پل ہے تمنا فی کا
امتحان کرتے ہیں وہ اپنی مسحا کی کا
آج جھکو ہے جس کسی سر جانی کا
ہے نیا ڈھنگ تری انجمن آرائی کا
جہم گیا نقش مری نا صیہ فرسائی کا
رنگ خدا طے کے لپٹا ہے تماشا فی کا

حضرت دل یہ تو کہہ جا کے فرمائیں گے کیا
دوش تک پسوں کو نہ کہ کل قہم نہ کہ سچ
آج باتوں عیاں ہے کچھ خودی کچھ بخود
حسن کہتا ہے نہیں ہم خوگر بے پردگی
میں نے مانا تم بلا دے وہ آجائیں گے کیا
تیرے گم و تیرے تمام کچھ بھی جہ جائیں گے کیا
ہم تو کھوئے جاتے ہیں طلبہ وہ آجائیں گے کیا
منہ دکھا کر خنہ میں چھوڑ چھوڑ جائیں گے کیا

پیری میں دل کو عشق بہت سیم ہوا
سو کھ بونے رخت میں پیدا اثر ہوا
آنکھوں میں سحر بات میں پیدا اثر ہوا
جب دہوے جوانی لوگوں کو ڈر ہوا
اُس نے خود نوں پہلوؤں ہاتھ رکھ لئے
قربان ل جگر یہ تو دل چرب کر ہوا
گنجائش ان کے نہ میں کھائی گئی نہیں
اچھا ہوا دہن جو بہت مختصر ہوا

*

یاں غیر تو کیا دہیان بھی نکا نہیں آتا
آنکھوں میں تم کوئی اس جان نہیں آتا
باز دہن مرے ہاتھ ابھی آنکھ کھلی ہے
صیا ویرا بر مجھے اڑنا نہیں آتا

*

اچھا ہوا سچو وچو ہوا طالب بیدار
مطلب نکل آیا نگہ ہوشربا کا
لیک جلد میں میری نظر آتے ہیں جدا
بے وجہ شکوہ یہ نہیں رخصت کا

*

یہ رسم آپ کے دربار میں نہ رالی ہے
جو خود کو بھول کے آیا ہے قصور کیا

*

سوز آنا سے جل گیا برقع حجاب کا
فرے لگے دکھانے جمال آفتاب کا
ہے دھیان اسکو قیس کی خیم آریب کا
یہی کو چاہئے کوئی محل حجاب کا

وعدہ کیا ہے رات کو آنے کا یا رات
 پر دے میں نکھ کے ہے کوئی بہ چھپا ہوا
 ہم دل کی بات کہنے کے عجب حسرت
 نقاش نے جگر میرے پہلو میں چھوڑ دیا
 ممکن نہیں کہ حشر کے دن چپ میں کلیم
 ساتی ہی اڑاتا ہے محفل میں کے شوش

مضمون لڑنا نہ جائے زلیخا کے خواب کا
 تیار نظر ہے بند کسی کے نفتاب کا
 مطلب ہا کتاب کے اندر کتاب کا
 نقشہ نہ کھینچ سکا دل پر ضم طراب کا
 لپکا پڑا ہوا ہے سوال و جواب کا
 رتدوں کو برقی طور ہے شیشہ شراب کا

*

اسکھوں کچھ بحر میں ننگ انقلاب کا
 بجلی سوا میں دھوپ میں مچھلی بغل میں

استاد سامری ہے زمانہ شباب کا
 جلوہ جدا جدا ہے مرے اضطراب کا

*

اشارہ ہے سر محفل کسی کا
 جسے دیکھا اسی پر مر رہا ہے
 جو پہونچا اسکے در پر ڈگنے پھونش
 وہ پیچھے ہٹنے کے کہنا ہم نہ لینے
 اگر مر جائیں ہم اسکی بلا سے

ہمارے ہاتھ ہیں دل کسی کا
 کوئی کشتہ کوئی سبیل کسی کا
 لٹا اور شہ سر سترل کسی کا
 وہ آگے بڑھے دینا دل کسی کا
 وہ بے پروا نہیں مائل کسی کا

یہ کیا غضب ہے وہ کہہ رہے ہیں جو ہوا ذیت گلا نہ کرنا
 تڑپتے رہنا پھر کتے رہنا دوانہ کرنا وعسا نہ کرنا
 نظر تھاری ہے پاک لیکن تماشا بینوں کو کیا کر دے۔
 کہ یہ زمانہ بہت برا ہے گلی گلی تم چھپرا نہ کرنا
 یہ شوخیاں بولیں گدگد اگر کھڑے ہو چپ کیوں نہ دیکھا
 کہا نزاکت نے مسکرا کر نظر لگے گی ادا نہ کرنا



داور حشر نے کس سوختہ دل کو بخشا	خدا کہتا ہے جہنم سے بدل جائیگا
ہر جگہ تو ہے دکھا یہ ہیں جلوہ جھکو	اے خدا طو رہیں میں میں جیل جاؤ گا
آپ کیوں تول کے تلوار ڈراتے ہو مجھے	غیر کا دل تو نہیں ہوں جو بدل جاؤ گا
زنگ کہتا ہے جوانی میں کئی مائل	چشمہ حسن جیتی ہوں ابل جاؤ گا



باغ میں یہ تھارہ گل سیکو	دیکھتے ہی جھکو ہوا ہو گیا
پھر گیا دل میرا اسی کی طرح	قبلہ جو تھا قبلہ نہا ہو گیا
خواب سے ہم اٹھکے پریشان ہیں	کون گلے گلے جدا ہو گیا

خود کو جو پایا تو خدایا ہو گیا
دل مرا گھل گھل کے سیسا بنا
خود کو جو پایا تو خدایا ہو گیا
دکھ مرا بڑبڑہ کے دوا ہو گیا

*

لحد سے اٹھ کے یار کبینے جی گھبرا مائل کا
ہمیں یزید کی کشمکش نے سنج کر ڈالا
میں نے تیرے تالافس سچرہ و محل کا
چمن میں لیلیٰ و جنوں کی الفت نگاہی ہے
جو آنکھیں بند ہوں ستہ نظر جا منتظر
قصہ ہی قصہ ہو تو ہر چوں عالم ہو تک

*

سری شہ رگ کے زندہ اس دیکھا کسی صورت کو
پھر دل میں ترے مثل غبار شہ عات
کہ صوفی کی طرح سے وجد میں خجرتے قاتل کا
مرا اتنا سفر جتنا احاطہ میری سنرل کا

*

لب سنرل جو تھکا میرے ہی قد ہو نہ گرا
حشر میں چھپنے کی کونسا پڑھ کر بھونکا
تا قدم میری خوشامد کو مرا سراپا
شکر نیکر تیرا شکوہ سیر لب پر کیا
کون کھولے ہوئے گیسو سے مغنیہ آیا
شک اڑاتے ہو پھرتے ہیں اس کے جھوٹے

کھو کر زلف مسلسل کو بڑھی اسنے نماز
گھر میں شد کے بھی جال بچھا کر آیا
جو سجا کو ملا وہ تری ٹھوکر کو ملا
مال یوںوں کے حصے میں برابر آیا
نشہ زلیمت لحد میں بھی لڑتا نہیں
جب فرشتوں نے اٹھایا مجھے چکر آیا

پھینک کر سانوے آئینہ رخ چوہا
دور شید گیا ہمہ سکند آیا
آئینہ رکھ کے مقابل وہ مجھے کھلایا
ہنس کے پھر پوچھا دل کا کیا کسپہ آیا
میرے میخانہ میں کیا کیف شباب پیری
شیشہ جھٹکا ہوا اتنا ہلوسا آیا
حرم و دیر میں بارگدایا نہ گیا
کسی گھر سے کبھی نکلوانہ شیشہ آیا

خواہاں سب اسکی دیکھ وہ تیری دید کا
میری نظر کا تار بنا چاند عید کا
وہ بن نور کے آئیں میں موقع ہے دید کا
دن حشر کا نہیں ہے پیر روز عید کا
یارب مرغی دی میں بے بخودی کا حال
ہو لطف یک نظر کہیں نو کی دید کا
برسوں میں در و دل سے ہوا ہو کے گیا
شیشہ سے گر پڑا عرق اگلی کشید کا
سوئی نہیں تیریں جو کردن لستہ انیاں
پر وہ اٹھا و بیچ سے گفت و شنید کا
ہے روشنی خزاں میں سوا قناب کی
چہرہ چمک رہا ہے کسی کے شہید کا

یارب بڑا غرا ہو جو دوزخ کے ساتھ ساتھ
 آسان کیا ہے مگر کے کھٹروں سے چھوٹا
 نعرہ کرے بہشت بھی کھل میں ضرور پد کا
 دشوار کیا ہے خوف عذاب شدید کا
 آئینہ جمال حسد اول مرید کا
 ہے جو ہر کمال خدا شکل پیر کی

کیوں نہ ٹوٹے راستہ میں طاک پتھر تریریا
 پاؤں کھا جس لہو میں پڑا لگے
 دل کی بتائی ہے نقش پامیہ فطریریا
 تیرے ملوے کی لکیر میں کہ خنجریریا
 دل مرا تلوے کے نیچے غیر کا دل ناتھیں
 یائے وہ ساغوریت کی یہ یہ ساغوریریا
 برق ایمن ہے شر نیکر چھی ہر سنگ میں
 مثل ہوسا ہوشا لڑیں آئے جو پتھریریا

جلوہ طور ہے عکس رخ تاباں کس کا
 وہ بھی ہے تیغ بھی ہے چرخ بھی تو بھی
 مہر محشر ہے چراغ تیرہ داماں کس کا
 یا الہی یہ میرے سر پہ احساں کس کا
 دل اٹھا لائے ہو رستہ میریجاں کس کا
 یہ پری کس کی ہے تیغ تیرہ لکڑیاں کس کا
 آج منہ دیکھ کے اٹھے ہو مرچاں کس کا
 دیکھ واعظ سر خم بیٹھے کے پتیا ہو شراب
 بیٹھے ہیں سیکڑوں مل نیچے والے درہ

بخودی میں نظر آیا رخ تاباں کس کا
تم نے منہ دیکھ لیا موسیٰ عمار کس کا
تم سنو رہے مجھے کسکی نظر میں کب
ایسے خانہ بنا دیدہ حیراں کس کا

✽

لاٹکان و رہیں کوئی رگ گروں سے
اس گلی میں جو گئے ہلکے ملا گھرا پنا
ہم یہ سمجھیں کہ ملی قیمت یوسف تکو
کھوٹے داسوں ہی جو بک چکا مقد لپنا
جب تک کہ کھوں سے نہ دیکھیں گے نہ دیکھے
گر لیے بھی تو قیامت میں لیے گھرا پنا

✽

عالم ظاہر میں گر نقشہ آدم بنا
عالم باطن میں حسن اس کا ابلے جب لگا
اس کا سنگ گستاں لایا اٹھا کر چارہ گر
دل مرا سینے میں وہ دھاتھ چھپنے جب لگا
میری نظروں سے تری نظریں بہت جھٹکیں
کوئی ارباب وقت پر دل سے نکلنے جب لگا
شاید وحدت کا منہ دیکھا تو کثرت
چاند تا کہ چھپ گئے سورج نکلنے جب لگا
تھیں گلہ میں نظارہ تو دل سمجھیں تھا
گر طیں مائل نگاہیں دل سمجھنے جب لگا

✽

بنایا پستلا جو ماو طیس کا اتارا نقشہ جو اک حبس کا
یہ حال تھا صورت آفریں کا مچایا غل خود ہی آفریں کا

ہماری وحشت کے سلسلے پر گماں محبت کا ہے برابر
 ملا ہے دامن سے حبیب اکر توجیب سے چاک استیں کا
 خدا ہی جانے کہ ہوں کہاں کا نہ میں یہاں کل نہ میں وہاں کا
 نہ لامکاں کا نہ میں ملکین کل نہ آسماں کا نہ میں زمیں کا
 کروں وہ فریاد عاشقانہ سنے نہ جسکو کبھی زمانہ
 لگے اگر دل پہ تازیانہ تھاری آواز شرنگیں کا
 کھلا جو وحشت کا رنگ منہ پر جنوں پکارا یہ سہ پہ چمکے
 رہے گا لیلیٰ کے دل کے اندر یہ چاک مجنوں کی استیں کا
 کروں میں اس طرح تھک جو عبادت ہو نقش پیدا
 مری جبین پر ترے قدم کا ترے قدم پر مری جبین کا
 نہیں ہے اسکا کوئی مقابل طواف کرتا ہے اسکا ہنر
 ہمیشہ سورج کے گرد مائل پھرے تکیوں یہ کرہ زمیں کا

*

ہے کس کا جلوہ مری نظریں ہے کس کی مسجد کا شوق مری
 نشان بنتا ہے رگن زمیں کہیں قدم کا کہیں جبین کا

جو حج کرونگا تو کیا ملے گا کہ اور ہے ذوق و شوق میرا
 مزا ہو کبے کا پھٹ کے پر وہ جو ہاتھ نکلے کسی حسیں کا
 وہ رنگ وحدت یہ باغ کثرت اس کی قدرت ہی کی حکمت
 وہ اس کا جلوہ یہ میری صورت کمال ہے صورتِ آفریں کا
 بھرے ہیں مجھ میں اسی کے جلوے اٹھے ہوئے ہیں خود کی پرے
 میں اسکے آگے وہ سیر آگے ہوں آئینہ صورتِ آفریں کا
 اسی کے لکھنے کا میں ہوں قائل ہی ہے لکھنے کے فن کا مل
 اسی کے چومو نگا ہاتھ مائل کہ جس نے لکھا یہ خط جبین کا

*

منہ اپنا دیکھتا ہے دل آدمی میں؟
 چھوٹا سا آئینہ ہے یہ مینہ ساز کا
 کہتے ہیں سن کے تذکرہ طولِ عمر خضر
 موئے شکستہ ہے مری زلفِ دراز کا

*

تو ہی کہہ دے کہ ہے کس کا شوق
 ہر کوئی کہتا ہے میرا میرا
 حالتیں آپ کی سننے سنتے
 پک گیا مائے کلیجہ میرا
 زندگی ہے میری مابندِ جفا
 گھر بنا ناسرد دریا میرا

جیتک نہ دل بنا تھا وہ بت جلوہ گر تھا
گھر میں چھپے تو گھر ہی نکلیں تجلیاں
دیکھو تو کس طرح سے رکا آئینہ میں عکس
مانگین خود تو نشان کریں کیا قصو
حج کو چلا جو میں تو ملا کعبہ ہر جگہ
الفت خدا سے تھی مگر اتنی نہ تھی مجھے

منہ دیکھنے کو آئینہ رہنے کو گھر نہ تھا
کب جوشِ حسن پر وہ بیرونِ در نہ تھا
اندھونکے واسطے کوئی جلوہ ادھر نہ تھا
دور پر کھڑے تھے وہ کوئی در یوزہ گر نہ تھا
تو کس طرف نہ تھا ترا جلوہ کہ دھڑکے تھا
جیتک کہ مائل آپ سے میں باخبر نہ تھا

*

صاف کہتا ہوں خدا یا وہ خدائی نہ کرے
مرے دل پر نہ چلیں خضر کے سر پر نہ چلیں
نخستینا یاد نہ ہو جسکو گنہگاروں کا
نام ہی نام ہے قاتل تھی تلوار نہ کھا

*

یہ کس کے جلوہ دیدار کا شہید ہوئیں
نماز میں مری عاشق زاریاں گئیں
مری فرار یہ چلنے چراغ طور آیا
پڑھا کسی صبریت میں ذکرِ حور آیا

*

شرمِ عصیاں جو رویا سادہ کاغذ گہا
اکے میں اس خاکِ اہل میں جہم بیٹھا تھی
جو علم نامہ تھیں وہ ایندھا جاتا رہا
وہ ہوا آئی کہ مثلِ نقش پا جاتا رہا

میں گیا جس انجن میں لطفِ خلوت ہی ملا وہ تھو میں مرے آتا رہا جاتا رہا
کیسی کہی غمِ شبیں پا مالِ لطفِ وصل ہیں ان کے شکوے لٹ گئے میر گلا جاتا رہا
کھمکے دلِ نیا پریشاں کیوں ہو مائلِ سقہ جانے والا مالِ تھا جاتا رہا جاتا رہا

*

پر دانا کرنے دیکھیں ہم تو کس کا ہے قصہ جلوہ اپنا اُسے سو پر دہنیں گھر رکھ دیا
کس طرح لاتا اٹھا کر مجھ میں یا ربِ بنم تھا میں نے تو بارگاہِ تربت کے باہر رکھ دیا
میر آنا آپکے دلیں نہیں ممکن درست میرے دلیں آ پکوانے کیوں کر رکھ دیا
بت پرستوں کا ہوا محشر میں اک محشر جدا اپنی صورت کا جو اس نے بت بنا کر رکھ دیا

*

ترے ہاتھوں میں ہیں ل کیسے کیسے تری باتوں میں ہیں انداز کیا کیا
وہ ان کو دیکھ کر مسیرِ اتر پنا وہ ان کا پوچھتا تجھ کو ہوا کیا
وہ میرا غش ہیں آنا انکے آگے وہ ان کا پوچھتا یہ مر گیا کیا
قسم کھائی تھی کل ہی تم نے مائل وہیں جاتے ہو پھر تسکو ہوا کیا

*

وہ جھوٹا اس کی ہر اک بات جھوٹی سنوں میں مدعی کا ندہ کیا

ہر قدم پر بند ہیں نگہیں تھو میں ترے
شوقِ ظہارہ مجھے اندھا بنا کر لیچلا
لو سرِ محشر خدا سے پھر گئی حسیں خدا
یت بنا کر اسکی صورت کا جو آؤ لیچلا
حشر سیمانہ ہے یا کوئی نمائش کا وہ ہے
ختمِ فلاطین لیچلا جمشید ساغر لیچلا
سچے دو آتشہ اک زرد پانی سماں
جیت میں پر ہیں گرائشہ فلک پر لیچلا

بنوں گا خاک را جیتجو کی
کہ ہوں پس نہ اک کار و کا
نوا سنج و رختِ طور ہو نہیں
مقام او بچا ہے سیر آشیانہ کا
تجلی کا حسنِ بوسی ہے
ہر اک ذرہ غبار کار و کا

دروے اٹھیں ہائے جہاں رکھے قدم
رکھلائے مجھ زلفِ بوش نقشِ پا
اسکی گلی سے خلد میں جاؤنگے بیجا
وہ کون پائمال کھنڈن نقشِ پا

میں خاکسار خاک میں ہوں گر گشتگو
ہر جامہ دہن ہے سردوش نقشِ پا
آنکھوں کی تیلیاں تر ہو چہ میاں گر دہیں
بٹھے ہیں و فرشتے سردوش نقشِ پا

ترا دل نہو کیوں نہو مراد دل ترا ہو گیا ہو گیا
فرسے لے رہا ہوں ابھی خواب کے جدا ہونے والا جدا ہو گیا

کچھ سمجھ کر میں اٹھا سوچنے لگا کچھ بیٹھ گیا اسکی محفل سے نہیں نکو جو طلتے دیکھا
چین شوخی سے نہیں نرم ہو یا حلویت یا رکود لیس بھی انہی بتے دیکھا

تری سچ دھج کے تصدیق کہ جوانی کو تری ڈھلتے دیکھا بھی تو سانچے ہی میں چلتے دیکھا
دل وہ کافر ہے نہ مضطر وہ خود سرکش نہ سمجھتے نہ سمجھتے نہ بہتے دیکھا

کیا لامکاں میں کہ چھپنا ضرور تھا میں کتنی دور تھا میرا دل کتنی دور تھا
چمکا جو نجات سب کا کہا مج کو عقل مند قسمت بگڑ گئی تو کہا بے شعور تھا

خدا کی سارنجی اٹی کو ہے چھپائے ہو وہ کس کی آنکھ ہے دیکھے جو حوصلہ کا

عجیب بات ہے جو بات ہے محبت کی عجیب معاملہ ہے یہ معاملہ دل کا

مراقبہ میں نظر آئی سیر ظلمت کی حباب چشمہ حیاں ہے آبدل کا
چھپا غلاف میں کعبہ فلک پر عرشِ با کسی سے ہونہیں سکتا مقابلہ دل کا

ب

آفتاب آئے چمک کر جو سر جامِ شراب رنبد بھیک کے ہے صادق سحر جامِ شراب
تھام لے دستِ بوائے جو چلے میر لکچک خطا بغداد ہو موئے مکر جامِ شراب
دست ساتی میں ہے دستِ قلع کش میر گردنِ شیشہ صہبا اکسیر جامِ شراب

بنگلی برقی تجلی نظر جامِ شراب خمیہ موسیٰ صفا ہے اثر جامِ شراب
مختب تا کہ بیتِ با تھ سے توڑ کعبیں آج گدے ہوئے ہیں قمر جامِ شراب
منہ پھرتے ہی پھیرا جام میں عکسِ عارض گردشیں کرتے ہیں سس قمر جامِ شراب
ہوش اڑے دیکھتے ہی خزر زکاجوین سر خم کوئی گرا کوئی سر جامِ شراب
سانسِ مہیا نہ میں لیتے ہی گرے چکر اگر بنگلیا تا نفسِ بگڑ جامِ شراب
شام سے گریہ و زاری نہر شیشہ سے صبح تک خندہ دہانی نہر جامِ شراب

نکلی جو روح ہو گئے اجڑا تن خراب
اک شمع بجائی تو ہوئی انجمن خراب
نازک رگوں کا حسن ہے رنگ شکستگی
پھٹنے سے کب گلوں کے ہوا پسین خراب
دنیا نے منہ پہ ڈالا ہے پردہ سرب کا
ہوتے ہیں وڑو وڑ کے تشنہ دہن خراب
وعدہ کیا ہے غیر سے اور وہ بھی اصل کا
کلی کریں حضور ہوا ہے دہن خراب

*

کس سے مثال دیتی زلف دراز کو
عمر طویل خضر ہے اک مختصر جواب
مشکل کے وقت تل بھی کچھ مشورہ کریں
کیونکہ کسی کو غیر ہے ہم چھپکر جواب
ہنگامہ حشر کا صفتِ گردہ گیا
تیرے خرام کا ہوا فتنہ گر جواب

*

چکرائیں سب کے سب ہوتاؤں میں وڑو
مے دشمنوں کو مجھنے راہ چھپکر جواب
یجا بجائے نامہ مرے جذبِ شوق کو
لے آئیں گے ان سے نہ لانا مہر جواب

*

اس طرف داغ سویدا۔ اس طرف داغِ فراں
چاند نکلا ہے سروں سے جگر سے آفتاب
ٹھہرے بیڑا ہوں سکو لمبیں اٹھکے آدھی اتکو
روزِ جسکی راہ میں چلتا سر سے آفتاب
ہوں ہذرہ مشرق و مغرب مٹھی میں
چھپ کے جائیگا کہاں میرا نظر آفتاب

میری رگ لگ نہیں بھرتی ہوئے عام شراب
سافس میں آتی ہے کونفس عام شراب

چھپ چھپ کے جان لینے کو وہ لہریں تھیں
بازگ شکست رنگ صدمہ آج رس نجا
تم جسکو ڈھونڈو ہو وہ اٹھی میں مل گیا
مڑنا ہمارا زندگی جا وداں ہے اب
شکوہ کا خانہ سوزہ اسن اوں ہے اب
ماثل کا نام رکھیا مائل کہاں اب

اندھا بنا ہوں سب میں تجھ میں دیکھ کر
یارب کہ ہر زمین کہ ہر سماں اب

پ

چال میں کچھ بڑ لگے ہنگامہ محشر سے آپ
دل میں آنکھ نہیں کلیں میں چھپا لوں پو
آپ ناظر آپ منظور آپ ہی اپنی نظر
ہائے یہ تو کھانڈا کھائے تھنے سے ماتھ
کیسے گھر کو جائینے آئے ہیں کیسے گھر آپ
یہ بھی تو فرمائے تھتے ہیں کیسے در آپ
کسی صورت دیکھنے تک نہیں گھر سے آپ
آج کس کس کا کلا طیس اس خجر آپ

ج

تم اپنے گھر آئیے کہ دشمن کے گھر سے آج
فراتے تو چارہ نہ بھلا کہھر سے آج
بچھینیاں ہیں انہیں مگر شوفیاں نہیں
اوتی ہیں بھلیاں بھی تمھاری نظر سے آج

میں شرمیں و تاجوں کو ہنستے ہیں گنگا
دشمن ہے جہنم کا مرادیدہ تر آج

مائل ہے پل صراط پر چلنے کا جب نہرا
وہ بت کہے تو گرو میں کیا اتار آج

ح

وہ تار تار جو آواز دے فضاں کی طرح
وہ ساز ساز جو باتیں کہیں باں کی طرح
تری طرح تری نصیب کھیلتی ہے سکا
نظر ہے یہ کیسے بیکار جہر پر کہاں کی طرح
وہ دل جو سینے میں تھا۔ اے آج اس کے شا
گرا ہے آنکھ سے بونا تو اس کی طرح
جو دھوپ میں بھی چلوں تو میں پوہی میں ہوں
کھڑی ہے موت مرسر پر سا بیاں کی طرح

بغل میں ل نہیں کہ طائر تجلی ہے بخیل طور پہ لٹکونگا سائبال کی طرح

✽

خ

ہے سر قدم تک وہ بت ماہ لقا شوخ دل شوخ، نظر شوخ، صدا شوخ، ادا شوخ
انکھیلیوں سے چلتی ہے جب چلتی ہے ظالم ہے تیری طرح تیرے محلے کی ہوا شوخ
ہو سارے کوئی یا میرا ٹوٹا ہوا دل ہو با جا وہی اچھا ہے کہ ہو سکی صدا شوخ

➤

کبائے کچھ سکی خلق خدا میرے بعد خواب میں بھی وہ کسی نہ گیا میرے بعد
بول ٹھوگے نہ رہا ناز اٹھانے والا تم مجھے یاد کر دے گے خدا میرے بعد
جاننا رو نہیں دل نگار نہیں غمخوار نہیں اس پر ہی کو کوئی مجھسا نہ ملا میرے بعد
کیوں اترائے مری لاش کفن کے اندر مائل اس بننے میرا نام لیا میرے بعد

✽

بیٹھے جو نقش بنکے وہی داغ ہے غریب اٹھے جو درد بنکے وہی آرزو پسند
رکھ لوں اُسی کا نام کرے جسکو یا تو بد لوں اُسی بھیس کرے جسکو تو پسند

س

گناہگار و نکلی آہوں کا ہے دھول پر اک آسمان کھڑا ہے زمین محشر پر

*

بناوے حشر میں اک پاک تنگ دیوار کھینچے خلیل کی صلیب نگاہ آذر پر
پری کے ساتھ مجھے حور بھی لپٹائی پڑا جو سایہ کسی خوبرو کا ساغر پر

*

یہ کس خود شید کا پر تو ہے میرا غم کھلی
خدا جانے خدا کے آگے دلیں کسے چمکی لی
یہی دل بہت موٹی میں یہی دل آؤں میں
بڑھو نگا کعبہ مقصود کو کرتا ہوا سجدہ
کہ ہر اک ذرہ کہتا انا بیت الصنم ہو کر
قیامت میں فرشتوں پر بیتاب ہم ہو کر
کہیں نکلا یہ بیضیا کہیں نکلا صنم ہو کر
تیری راہ تجس میں چل گیا سر قدم ہو کر

*

وہ بد بخت ہوں جب نام آیا لکھا لوح محفوظ پر خط بدل کر
مری روح کی مجھ سے لفت تو سرائے کھڑی ہے بدن کلگر

*

جو چاہا کہ ساتھ انکے یوسف کو تو لوں
تر از زمین و فوں آنکھیں نکل کر
ترے حسن نے اس قدر گدگدایا
کہ ایسے گڑبڑا عکس اچھل کر

مزا آتا ہے کیا کیا بخشنے والے کو بخشیں
فدا وقت پر میں حسرت فدا میسر ہے عیساں
تھیں کہہ دو کہ دل کیا خیر ہے چھوٹے ہنسی
یہ گلہ رستہ کئی دن دہرا طاق نیل

حفیر در درجہ کی تو شوخیاں نکھو
کہ دوڑتا ہے مرجیم میں لہو ہو کر
بنا کے برق نکالو گا انکو یہ دے
غضب میں لاؤ گا موسیٰ کی گفتگو ہو کر
وہ منہ جو دیکھتے ہیں اٹھیں عکس کے ہاتھ
و عائن آئینہ دیتا ہے روبرو ہو کر

سیاہ کاری عالم سے خسر ہے موقوف
کہ صورت نید ہوا سرمہ در گلو ہو کر
دم سوال کو مگانہ روز محشر بھی
دیباں گور سے نکلا ہوں گفتگو ہو کر

کانوں نے سنا میر حویار وں سنایا
آنکھیں میں ہی نکھیں گل تماشا ابھی کچھ پڑ
قلو ہے نہ صحبت وہ راتیں وہ دن ہیں
تم آؤ تو ہو جا یہ دنیا ابھی کچھ اور

اٹھا کے آئینہ بترو خط تو دیکھ اسے شمع حسن و خوبی
 پتنگے بولیں گے جیسے طوطی جلیسکی طوطی تنگ ہو کر
 وصال بھی ہے عجیب صفت مل صفائی ہوتی ہے دونوں جا
 کدورتیں دل کے آئینے سے نکلتی جاتی ہیں رنگ ہو کر

*

ن

مخمس میں چلتے چلتے کرونگا اور انا ساز
 پڑھ لو نگاہیں لڑا پیہ مائل قضا نماز
 دیکھو کہ بھینس جا میں فرشتے بھی حال میں
 کیوں پڑھ رہے ہو کھوکے زلف رمانا ساز
 مسجد میں پانچ وقت عاودہ بھی وصل کی
 مائل بتوں کے واسطے پڑھتے ہو کیا نماز

*

س

کہتا ہے تڑپ کر دل پر داغ ہمارا
 سم رنگ نکالیں گے رنگ پر طاؤس
 شانہ پہ نظر زلف میں شانہ منتقش
 شہباز کے خچل میں چگ پر طاؤس

یہ قوس توج کس دل پر در کی ہے آہ
اسمیں ہیں کئی رنگ بزنک پر طاوس

✱

ای جان ہر جگہ یہ نظر بازیاں رہیں
وہ نواں جہاں میں گھر ہو ہر تیر گھر کے پاس
اسکی نظر پڑے تو دردِ دل کشا وہ ہو
کبھی ہے اس مکان کی اس قندگر کے پاس

✱

ش

دل مضطرب نہیں مانتا اسے لے کے جا اسے لے کے جا
نہ یہ کوہ سے نہ یہ دشت سے نہ یہ باغ سے نہ یہ گھر سے خوش
یہاں یاس ہے وہاں رنج ہے یہاں دہرے وہاں داغ ہے
تہی یاد کو میں کہاں رکھوں نہ یہ دل سے خوش نہ جگر سے خوش
و دتیری غرض کوئی دل ملے و د مری غرض تو نظر پڑے
ترا ہاتھ پر دہ در سے خوش میری آنکھ روزن در سے خوش
جو رشتیق ہو تو شفیق ہو جو انیس ہو تو جلیس ہو
وہی دردِ دل کہ جو خوش کرے وہی داغ جو ہو جگر سے خوش

دل لیکے اڑی کا کل جانانہ سر دوش
اس شان سے آؤ کو اٹھا قبر سے بابہ
اک جو چلی لیکے پر نجاتہ سر دوش
سر رکھ کے مرے تباہ تم کھو لو آنکھیں
بت زیریں ہوں کوئی نجاتہ سر دوش
یار بیکر اعمال کے دفتر کے برابر
جھکائے کسی ات یہ مے خانہ سر دوش
قسمت کا بھی دفتر موجودا گانہ سر دوش

✽

مہ جام، قح پیر سینو گنبد گرد
گر عشق حقیقی ہی کا زمینہ ہے مجازی
پھر قی ہے ہوا لیکے یہ مینا سر دوش
کعبے کو اٹھالے میرا تنہا سر دوش

✽

ظ

میں تجھے کو حیناں ابھی کھلاتا ہوں
کون ہے فرش پہ ہے عرش پہ نہ اگر
خل کیسا ہے ذرا جھک دو کھاوے و غلط
سچ نہ بولے تو خدا تھکوا نہ اوسے و غلط

✽

ع

لطف سوز و اضطراب و پردہ داری کچھ نہ چوچھ
 کر سکیں کیونکر بنیاں پروانہ و فائوس و شمع
 آتش گل سے چمن و دشن ہے منسل انجمن
 برگ و شاخ و آستیاں پروانہ و فائوس و شمع
 عکس محفل کا میری آنکھوں میں آنکھیں اشک ریزہ
 ہیں تہ آب رواں پروانہ و فائوس و شمع
 منہ سے اپنے پھونکتے کیوں ہو بھجانے کے لئے
 منہ نہ چو میں میری جاں پروانہ و فائوس و شمع
 اب بھی عاتل شب کی وہ صحبت میری آنکھوں میں ہے
 گو میں نظروں سے نہاں پروانہ و فائوس و شمع

 *

 غ

سہری لہو کی آئی ہر اک داغ عشق میں پیدا ہوئے جگہ میں گلن مل بہار و باغ
 پر تو فکر ہے چہرہ رنگین ہنس و حسن میں میری چشم تر میں گلن مل بہار و باغ

یہ چین ہو سائی پر فن ہو بادہ ہو
سوج کا پھول نوکا گلشن شفق کی ہے
یار بے ہیں نظر میں گل گل بہار دیاغ
ہیں امن سحر میں گل گل بہار دیاغ

ق

پھر نیلے حشر میں گرد و لیکانہ عشق
نئی صدا ہونے ہونے ہوں نیا لہجہ
کر نیلے پیش خدا ہم طواف خانہ عشق
اور ہر بہانہ حسن اور اور ہر بہانہ عشق
کسی کے حسن کا فریاد یا مانتا
لگا کے تشنہ درو شراب خانہ عشق

شب میں منشاں نظر سے ستاروں کی ہا
حسن کی گرمی پھر اسپر جلوہ گر کہیں راز
دینے پر تیری لہو پر ہوئے کا ورت
تو جو کچھ ہے میان سے خیر ہوئے کا ورت
ہر محشر خود ہر محشر ہوئے کا ورت
جب ہر محشر مند ہر محشر ہوئے کا ورت

مرا دل جو وہ چھین کر لے گئے کیلجا تڑپتا رہا دیر تک
 مری بدگمانی جہنم میں جائے کھڑا تھا وہ پیش خدا ویر تک
 نہ تھمنے ویا در دہلے مجھے وہ کہتے رہے کیا ہوا دیر تک

* گ

سوز نہاں سے ہو گئی پیدا سخن میں آگ وقت بیاں لہو نہ پیش شعلے دہن میں آگ
 مٹی پڑی تو سوز محبت نہ کم ہوا میرے کفن بچاک ہے میرے کفن میں آگ
 چلن کے پاس چلتی ہے دو بجلیوں میں چو یاں آہ میں ہاں نگہ سخن میں آگ

چمکے رنگ بھوکا بنا رہا ہے انھیں لگا رہی ہاں چین چین میں آگ
 سفر سے بھیجیں گے ہم تحفہ طور کی بجلی بنے گی آہ غریبوں میں آگ
 جو پی شراب نشہ سے آنکھ لال ہوئی بنا ہے آہو دشت غتن غتن میں آگ

* ل

اچھا وہ دل پڑے جو کسی کی نگاہ میں
 اچھی وہ آنکھ ہے جو کرے جستجو دل
 بکتک بہاؤں شک کلیجہ نبھال کر
 ظالم تو بن سنور کے نہ آرو پر کو دل
 جینے سے فائدہ مجھے میں جی گیا کروں
 یار اے سوئے دل نہ خدا اے سو دل

*

جان بازی کی جان بازی تیرا تماشا
 دل بھس کناں لگے ہے قاتل ہے پیر دل
 کس نے جو ہوسناک ہے یہ زلیت ہمارا
 تن کو ہوس جاں ہے تو جاں کو ہوس دل
 پھر فائدہ رد مصیبت کی ہے آمد
 پھر کان میری تی ہے صد اکبر جس دل
 دم بھرتا ہے تیرا تو ٹپک پڑتے ہیں سو
 کرتا ہوں میں شکوں پہ شمار نفس دل

ایسا نہ دے عدو کو بھی چڑو کا دل
 منہ موم دل ستم زدہ دل تشکبار دل
 دو چار کھل گئیں گرہیں انکی زلف کی
 دس بیس لوٹتے ہیں سر رہ بگزار دل
 تو اور تیرے ساتھ تری چلبلی نظر
 میں اور میرے ساتھ مرا بیقرار دل

*

نظروں میں سچا زوق حقیقت کا ایک رنگ
 بت اے سو دل کہ خدا اے سو دل
 تو ایک تیرے ساتھ او ایں میں سینکروں
 میں ایک میرے ساتھ ہزار آرزو کے دل

دل کے اندر طور کے اور چشم صنم میں عین جسم میں
 تیری ہی صوٹ تیری ہی سواریوں نے جائیں تجھ کو کہ ہر دم
 لطف بڑا ہوا اور غم ہوا اس کے عوض گر آپ کو پائیں
 بیٹھ کے اپنے گھر کے اندر ڈھونڈ رہے ہیں یا کا گھر ہم
 منہ جو کھلے گارج بڑے گا ہم سے نہ بولو ہم کو نہ چھٹرو
 کا ہیدہ تن آرزوہ جاں آشفقہ دل خستہ جگر ہم

ساری خلقت اہ میں اور ہونہر میں تم
 میں جہاں جاتا ہوں تیرے میں ہاں مجھ کو نظر
 میں وہ مجھوں میں کہ ہر ذرہ میں جگہ ہوا
 طکرے ٹکڑے کر کے مجھ کو دیکھ لو مجھ کو کون
 وصل کا نقشہ کچھ ایسا کہ دونوں ایک ہیں
 دو دونوں عالم دل باہر ہر نقطہ ہوا میں تم
 راہ میں تم گھر میں تم غلو میں تم صف میں تم
 میری صورت دیکھ لو گرو میں محمل میں تم
 ہاتھ میں تم پاؤں میں تم آنکھ میں تم لب میں تم
 سچ تو کہہ دو تم میں مائل کہ مائل میں تم



اسکی آنکھوں کے یہ اشارے ہیں جتنے دل میں وہ سب ہوا ہیں
 جس طرف منہ پھراگری بھلی دونوں کانوں میں گونج رہا ہے یہاں
 کوئی چٹکی دلوں میں لیتا ہے آج بچپن لوگ سارے ہیں
 دوبرجبتک کہ ہو تصور ہو پاس جبتک کہ ہو نظارے ہیں



بہت ٹھونڈا نہ پایا سیکڑوں ملاکھوں ہزاروں میں
 مری جاں تجھ سا دلداروں میں مجھ سا جانثاروں میں
 ازل کے دن پسند آیا جو فن سامری ان کو
 توجا دے مجھ پر دیا خالق نے آنکھوں کے اشاروں میں
 تجھی کو ٹھونڈا پھرتا پھرتا میں ہر رنگ میں ملکر
 مکاں میں لامکاں میں آسمانوں میں ہزاروں میں

یہ کس مے خوار کی ٹوٹی ہوئی تو بہ کے ٹکڑے ہیں

مناز پنج گانہ بن گئے پرہیزگاروں میں
 دکھاتی ہے تماشہ برق امین طور میں چھپ کر
 شرارے شوخیاں کرتے ہیں کیا کیا کوہساروں میں

لوگ گردش میں فوجیں سارے ہیں
 دل میں تم آکے تماشا کھو
 آؤ می ہیں کہ یہ پتارے ہیں
 شش جہت کے ہیں نظارے میں
 پاس تھے پاس تھا جت تک انکو
 اب فقط دور کے نظارے ہیں
 دیر و کسبہ میں ہیں میں ماٹل
 ہر جگہ اپنے ہی نظارے ہیں

کوئی حیرت کہ عالم میں باں کیا کھولے
 دلیں حوڑوں کہ کلجے میں کہ آنکھوں میں تھے
 مرغ تصویر کو ہے طاقت گفتار کہاں
 گھر کہاں تیرا رہتا ہے تو اے یا کہاں

کہیں ماٹل وہ قیامت میں نہ چائیں
 چٹکیاں لیتا ہے اندیشہ فردا دل میں

پہٹ گیا ہے مراد مل تھا کردار میں سے
 جھٹکتے دوا سے رہنے کا یہ غبار میں

کبھی جگر میں کبھی ل میں ہے کبھی سر میں وہ در و مجھ کو ملا ہے جسے قرار نہیں
ہمارے ساتھ ہوئیں فنِ حشر میں اتنی جگہ بد لئے کو کر وٹ تیرا قرار نہیں

✽

شانِ خدا کو دیکھا ہر سیرِ صنم میں پہنچا جو تیکہ سے میں اغل ہوا حرم میں
دلِ محویا و حق میں جاں کو بچھڑیں ہے شمعِ تیکہ سے میں فنا تو سچ حرم میں
توڑے خلیل کس کو چھوڑے خلیل کس کو آدہ میں ہر صنم ہے آدہ ہے ہر صنم میں

✽

نہیں ہے یزلِ خانہ خرابِ پلوں میں دہری ہے چیر کوئی لا جو ایلو میں
وہ ذرہ ہوں جو زباںِ مری نائیکے گھسیٹ لگا مجھے آفتابِ پلوں میں

کیا کہوں آج کہ کیا کیا وہ بنا لیجئے تھے جاتے ہیں اور محشر کے مقابلہ و نول
چھین لی نالہ نے تاثیر و عا زائد لڑ پڑے بابِ اجاب کے مقابلہ و نول

اگرچہ وہ بے پردہ آئے ہوئے ہیں چھپانے کی چیریں چھپائے ہوئے ہیں
اسی میں ہے ایجانِ تصویر تیری کیلجے سے دکھو لگائے ہوئے ہیں

زبانونہ میں جسکی خلوت کے چرچے
 یہی ہیں جو محفل میں آئے ہوئے ہیں
 ذرا میں بھی دیکھوں تو سر سے قدم تک
 مراد دل ہے قربان آنکھوں پہ میری
 وہ حبیبِ فطرت میں سمائے ہوئے ہیں
 یہ بندے خدا کے بنائے ہوئے ہیں
 غریبوں کے تم کیوں گلے کاٹتے ہو

*

اپنی ملت اپنا مذہب اپنا ایمان اپنا دین
 کھوئے پھرتے کا قریب تو نکلیا دیں
 خاک کے پتلونہ وراثت ایسی ایسی بھینٹیاں
 کونسا پتھر ہے یا رب چرخ کی بنیادیں

*

آج تھم تھم کر مرنا اتنا ہے انکی یاد میں
 کوئی شے رہ رہ کے چھبھی دلِ ناشاد میں
 وقت آخراپنا اپنا دین ایمان اپنے ساتھ
 سب خدا کی یاد میں (پندہ) تمہاری یاد میں
 تیری صورت ہے تری شوخی ہے تیری یاد
 چشمِ ترمین جانِ مضطرب میں ناشاد میں

مارو بھی تم جلاؤ بھی تم تنکو کیا کہوں
 تنکو خدا کہوں کہ خدا کو خدا کہوں
 یا رب کسی کا دل نہ دکھے میری بات
 جھڑ جائے یہ زبان کسی کو برا کہوں
 جو چیز دل میں چھپکے نکل آئے لیکے جان
 اسکو تھنا کہوں کہ تمہاری ادا کہوں

ہر بات پر جو کہتے ہو یہ جھوٹا غلط
 تم ہی کہو کہ یون کہو تم تو کیا کہو
 یا رب نہ پوچھ شمر کے دن در دل کا حال
 تو میرا رحم نایق نہیں تجھ سے کیا کہوں
 سو بھی ہے کیا کہ شمر تک بکے ہا ہوں
 جو مجھ کو بخش دے میرا سی کو خدا کہوں



جو ہم کرتے ہیں مائل کیا وہ بہکانے کی باتیں ہیں
 یہ معشوقوں کو محبوبوں کو پھسلانے کی باتیں ہیں



کیا کیا تجلیاں ہیں رخ لاجواہ میں دیکھو تو کتنے رنگ ہیں اک کتاب میں
 ہے اور ہی نظارہ کا موقع حجاب میں میری نظر کے تار ہیں تیری نقاب میں
 ہے پیش فلسفی بھی قیامت تیرا خرام کھینچ کر میں جانے پڑے نقاب میں
 اک تم کہ شوخیوں سے نہیں بچتے قیام اک ہم کہ ہلکے چین نہیں اضطراب میں
 ہے جلوہ ہائے ظاہر و باطنی اک رنگ باہر بھی ہے نقاب کے جو ہے نقاب میں
 اُس ہاتھ کے شمار یہ جس ہاتھ سے کھلے دل کی گرہ ہے آپ کے بند نقاب میں
 حوریں عطا ہوں خلد میں اتنی ہی یارم جتنے گناہ میں نے کئے ہیں شباب میں
 ساری تجلیاں مرے دل کی نبل میں دریا سڑکے آئے الہی حجاب میں

ہم کیوں کہیں تو نکو یہ تیلے جھانکے ہیں
 ان پیاری صورتوں میں جلو خدا کے ہیں
 دل پر نہیں ہے داغ یہ قدر کی مہر ہے
 کچھ بھید آئیں بندہ ہمار خدا کے ہیں
 نکلا ہوں ڈوٹ ڈوٹ کے ہر ایک نگہ میں
 پکے ہیں جتنے رنگ وہ میری فاک میں

*

آتا ہے میری آنکھوں میں وہ آفتاب حسن
 جلوئے نظر کی تار میں بھی استوا کے ہیں
 ہم اسکو جانتے ہیں وہ پہچانتا نہیں
 ماٹل ہم آشنا بت آشنا کے ہیں

*

رو کے تھمتا نہیں وہ شمع شہستاں ہوں میں
 جل کے بجھتا نہیں وہ سرد چراغاں ہوں میں
 ہر تعین میں تنزل کی پڑی منہ پہ نقاب
 سات پر دوں میں چھپا ہوں عجب انساں میں
 میں جو کہتا ہوں مجھے رس ہے ایماں پیارا
 وہ یہ کہتے ہیں کہ غارت گردایاں ہوں میں
 کسی صورت کسی عالم میں نہیں دلجمعی
 کیا تیری زلف ہوں اتنا جو پریشاں ہوں میں

تیری کثرت کا یہ غوغا ہے بھٹکتے جاؤ
 تیری وحدت کا یہ ایسا ہے نگہاں ہوں میں
 کبھی پرانا کبھی بزم کبھی بزم نشیں
 کبھی فانوس کبھی شمع شبستاں ہوں میں
 اپنے گھر میں جو پہنچ جاؤں تو دجسمعی ہو
 ہفت استلیم میں پھرتا ہوں پریشاں ہوں میں
 ہے فقط دوست پرستی میرا مذہب مائل
 سچ تو یہ ہے کہ نہ کافر نہ مسلمان ہوں میں

✱

بوسہ تو دے کے نہ جا بندہ احساں ہوں میں
 آدھرا آتیرے صدقے ترے قرباں ہوں میں
 دیکھتا ہے مجھے کیوں تیرے نظر سے کوئی
 جس میں چھپتا نہیں شتر وہ رگِ جاں ہوں میں

✱

نذر لودل یہ ترے اشکوں سے
 سات پانی سے دھو لایا ہوں

گر چہ جز ہوں مگر ہوں محو کل میں ہی قسط ہوں میں ہی یا ہوں
 ہیں یہ درجے مرے تنزل کے عرش ہوں کعبہ ہوں کلیسا ہوں
 جتنے اچھے ہیں میں انہیں بُرا ہیں بسے جتنے انہیں اچھا ہوں
 مستحق کیا نہیں ہوں جنت کا سیدھا سا دھابو بھولا ہوں



وہ پارہ ہوں میں جو آگ میں ہوں وہ برق ہو حج سحاب میں ہوں
 ز میں پہ بھی اضطراب میں ہوں نلک پہ بھی اضطراب میں ہوں
 نہ میں ہوا میں خاک میں ہوں آگ میں ہوں آب میں ہوں
 شمار میرا نہیں کسی میں اگر چہ میں بھی حساب میں ہوں
 فراہے ساقی ترے کرم سے ظہور میرا ہے تیرے دم سے
 وہ بادہ ہوں جو ہوں میلہ میں وہ نشہ ہوں جو شراب میں ہوں
 غضب ہے جو شہ ظہور تیرا پکارتا ہے یہ نو ترسیرا
 خدا نے اندھا کیا ہے جسکو اسی کے آگے حجاب میں ہوں
 دماغ میں معشوق کشوک دہن میں آیا ہوں مہوشوں کے
 نشہ وہ ہوں جو شراب میں ہوں مزادہ ہوں جو کباب میں ہوں

ہجوم نظروں کا ہے وہ منہ پر دیا ہے ورنہ تو جس نے دھوکا
 یقین یہ بجھ کوٹا ہے پر دارگاہاں یہ انکو نقاب میں ہوں
 جو حال پوچھو تو اک کہانی نشان جو پوچھو تو بے نشانی
 وہ فذہ ہوں جو مٹا ہوا ہوں اگرچہ میں نقاب میں ہوں

سو سوجھیلوں کا ہے گھر ایک اک نظر لے شوق کیا کریں کہ سر طور یہ ہم نہیں
 کیا سر سے چلتے ہیں تر کو جے میں لہڑ نقش جس ہے خاک نقشش ہم نہیں
 ہر تیکہ کے کو چھان کے تجھ کو کہا خدا تو بھی تو ایک ہے کوئی تجھ صاحب ہم نہیں

*

واں اک چراغ طور سے موسیٰ کے ہوش اسکا یاں سیکڑوں میں پائید لکڑے نگاہ میں
 سچ پوچھئے تو دلہن جو کچھ اسی ہے پھر دیکھئے تو کچھ نہیں سچی نگاہ میں
 ہو دودھ و دھوپ تم کو مبارک جناب ہم سر جھیکا کے بیٹھ گئے حق نقاہ میں

*

اک میں کہ میری شکل کسی آنکھ نہیں اک تو کہ تیری کل کھنچی سز نگاہ میں
 صورت پذیر موعنی ہیں کیا کیا تجلیاں لاکھوں صنمکدے ہیں سری خانقاہ میں

دن کو وہی ملا مجھے شکیں وہی ملا مائل وہی چھپا ہے سپید سیاہی

کیوں حضرت آدم کے گلے ملے نہ رہیں ہم بھی کسی محفل سے نکلواے ہو ہیں
آنکھوں کی حیا آگئی زقار میں کیونکر نقش کف پارہ میں سرمائے کو ہیں
کس لطف کی ہے بانجری سبیری میں ہم کھوکے دو عالم کو تجھے یاد ہے ہو ہیں
کچھ ذوق ہے کچھ شوق ہے کچھ نکر ہے کچھ فٹ خلوت میں بلا کر مجھے گھبرائے ہو ہیں

بزرگ شمع و فانوس ایک ہی محفل میں رہتے ہیں
ہم ان کی انجمن میں وہ ہمارے دل میں رہتے ہیں
یہاں تڑپے وہاں تڑپے ادھر لوٹے ادھر لوٹے
جدا جب تم سے رہتے ہیں بڑی شکل میں رہتے ہیں
ہماری بدگمانی ہم کو کامنہر ہی بنا دے گی
خدا بھی دل میں رہتا ہے یہ بت بھی ل میں رہتے ہیں
وہ خلوت میں وہ جلوت میں جدا ہوتے نہیں مائل
کہ دن بھر آنکھ میں پھرتے ہیں شب بھر دل میں رہتے ہیں

نہ پوچھو کسی کسی جھلکیاں دیکھی ہیں چلین میں
 وہی آنکھوں میں ہیں جو پردہ حائل میں رہتے ہیں
 ترے صدقے ترے قربان تھم کر آسنبھل کر آ
 کہیں ٹھوکر نہ لگ جائے کہ ارمان ل میں رہتے ہیں
 پیچھے بولتے ہیں۔ کو کتنی ہیں کونئیں مائل
 یہ کیا۔ دل کیوں ہے چپ کیوں لگے نالے لمبے پتے

✱

سکوت اس کا تڑپ اس کی شکلیاں سکا۔ تپش اس کی
 رہا ہو جس کے دل پر پائے دستِ نازنین برسوں
 گرا کر طور پر اک بار بجلی کیا ڈراتے ہو
 گری ہے عرش پر تو میری آتشیں برسوں
 نہ سیرت ایسی پریوں کی نہ صورت ایسی حور و نکی
 نہو پھر تجھ سا پیدا اگر پھرے چرخ بریں برسوں
 اسے سیکھا اسے پایا۔ اسے پایا اسے کھدیا
 مجھے علم الیقین برسوں ما حق الیقین برسوں

بجا ہے راست ہے شکوہ جو ہے بے اتفاقی کا
 ہمیں کو تو نہیں فرصت نہیں ملے ہمیں برسوں
 تصدق اس پہ ہم ہوتے رہے مگر بھی اے مائل
 پھری اطراف اس بت کے نگاہ داپسین بول



بات جو عمر بھر نہ مانی تھی	خواب میں کہ کے مان لیتے ہیں
پوچھتے ہیں قیدِ کل کا حال	مدعی امتحان لیتے ہیں
اس او کی خبر غذا کو نہ	جس داڑھے ہ جان لیتے ہیں
خاکساروں کے حوصلے دیکھے	مٹ کے دونوں جان لیتے ہیں
وہیں کرتے ہیں خضر آ کے طوف	دم جہان ناتوان لیتے ہیں
کرتے ہیں مشق نفی و اثبات	سائنس یوں ناتوان لیتے ہیں



کس نے بڑھا دیا کفِ گستاخ نشیں	مخمل سے پیئے دئے کھلوائے جاتے ہیں
ہو کھٹ و کھنچے جو تماشا رقیب آئے	ارمان سیر دل سے نکلوئے جاتے ہیں
کبھی سے اٹھ کے دیر کی بھی بنے سیر کی	یارِ باہاں بھی تیر کشاں پائے جاتے ہیں

لگتا ہے جب کہیں کسی خلوت و شب
سہو طرح کے دلیں خالی گئے جاتے ہیں

✱

ایکدا تو ہستی جب آئے نظر	دیکھ کر ہم دونوں عالم کیا کریں
پاس ہر جیب نہ تم اچھا کرو	چرخ پر سے ابن مریم کیا کریں
چھت میں دینخ کی لگا دیکھا ہے	دم نہ لے جیٹ پیسہ پر تم کیا کریں
لائیں اور کے مقابل کیا ہے	حشر کے مجمع کو برہم کیا کریں

✱

مسکن مرا کسی کا دل ناز نہیں	دنیا میں میرے نام کا کوئی نگین نہیں
کس کی نگاہ ناز کا مارا ہوا نہیں	خود جی ہا ہوں پھر مجھے اتنا یقین نہیں
آئینے ل میں جانہ قصوں میں غیر کے	واں تیرے یاؤں کھنے کے قابل نہیں
سیکھا ہے میں نے خلق حسینوں کے واسطے	جو چاہے لمیں نے کسی سے نہیں نہیں

✱

جنس و حدت ہوں مگر کثرت کے یا زاروں میں ہوں
میں دیوسف ہوں جو آپ اپنے خریداروں میں ہوں
پوچھتا ہے راہ میں مل کو مزاج اچھا تو ہے۔

ہائے کس منہ سے کہوں میں تیرے بیماروں میں
 چشمِ روزن بن کے تجھ کو دیکھتا ہوں جا بجا
 دل میں عالم کے ہوں تیرے گھر کی دیواروں میں ہوں
 پڑتی ہیں مجھ پر سینوں کی نگاہیں تیر تیر
 میں وہ عاشق ہوں جو معشوقوں کی تلواروں میں ہوں
 زنگ ہوں میں جن میں ہیں ح ہوں میں نور ہوں
 دل میں ہوں آنکھوں میں ہوں لب میں ہیں خسار میں ہوں
 جان کر پہچان کر بھروسہ چھتے ہو نام کیا
 مٹیہ مائل ہوں تمہارے ناز برداروں میں ہوں

*

جو کہ دم عاشقی کا بھرتے ہیں	روز جلتے ہیں دزمرتے ہیں
اس کی تقدیر جو بھگوانے	جس سے ہنس کر وہ با کرتے ہیں
آپ کی بات کا بھروسہ کیا	آج کہتے ہیں کل کرتے ہیں

*

ہے ہم بیخیز نکلا بھی مہر خضر ڈوبا بھی
 وہ کیا جانیں جو سائیں تیر دہن کے بیٹھے

یہاں سے عالم ہو تک جو دوڑوں کس طرح دوڑوں
 ہزاروں کھینچنے والے بھی تو دامن کے بیٹھے ہیں
 حجاب اچھا ہے لیکن اس طرح اچھا نہیں مائل
 کہ وہ گھونٹ نکالے سامنے دشمن کے بیٹھے ہیں

حرم میں ان کا جلوہ دیریں بھی ان کا جلوہ ہے
 کہیں کچھ بن کے بیٹھے ہیں کہیں کچھ بن کے بیٹھے ہیں
 اٹھاتے کیوں ہو اپنی انجمن سے جاں نثاروں کو
 یہ پروانے چراغِ چہرہ روشن کے بیٹھے ہیں
 اگر پردے اٹھے ساری خدائی کے تو کیا حاصل
 وہی حلین اٹھے سمجھے وہ جس حلین کے بیٹھے ہیں
 انہیں کیا دیکھنے جاؤں چھپائیں طور پر جو منہ
 وہی اچھے جو پہلو میں سنور کے تن کے بیٹھے ہیں

پوچھا ہنسی میں کس طرح کھلتا ہے وہ دہاننگ

عقہ دل کھلا کہ یوں غنچہ دل کھلا کہ یوں
 نشہ میں بحث تھی کہ فل زلف سے کس طرح گرا
 ساغر بادہ یا تھ سے اس نے ٹپک دیا کہ یوں
 چال میں سیری ہے ادا تیرے قدم ہیں تنہا
 ذکر ہے روزِ حشر کا چل کے مجھے بتا کہ یوں

صور تیں کیا کیا تصویریاں گئیں
 آئینہ کے پردہ قدیمی جن کے نکلے حجاب
 کیسی حال نگیز ہیں کیسی قیامت خیز ہیں
 شوخیاں سب کی کہانے لائیں صبح و صلا
 بند رہ کر بھی می آنکھیں پرستیاں گئیں
 شوخیاں حتیٰ تھیں نو پداہ تو گلاں گئیں
 قبر کی اڑتیں بھی کیا وقت کی گھڑیاں گئیں
 گھر میں حتیٰ نعمتیں تھیں صرف جہاں گئیں
 کفر کی سمیچ تھیں جزائے ایماں گئیں
 کفر کی سمیچ تھیں جزائے ایماں گئیں
 منتیں بھی کیا شریک فر و عصیاں گئیں

آج قریب غم نہ کر لیگیا موت کی خبر
 حق جانِ لفریبِ شر جان پر شکیب
 میرا ہی رنج و غم سہی غیر اسے رلا کیوں
 منہ سے لقا اٹھا کہ وہ سانس میرا کیوں

ہم کو گناہ پر ہے ناز بخشے والا یہ نیا
 حسن لہو کیوں نہاں آئینہ خانہ ہے جہاں
 ہم اُسے از مائیں وہ ہمیں از مائے کیوں
 اپنی نگاہ شوق اپنا ہی منہ چھپا کیوں
 مائل مضطرب ہے شل کلیم شوق دید
 طور تو جل کے بچھ گیا آگ وہ پھر لگا کیوں

کیسی کیسی اڑی ہے افواہ
 کیا ان کو خبر ہمارے دل کی
 ہم تم بنام ہو رہے ہیں
 دشمن کی نظر میں جو رہے ہیں
 پھولوں کی گری ڈھلکے شبنم
 غنسنے والے بھی ورہے ہیں
 عینسی تنہا خضر مجسود
 عمر میں اپنی یہ کھوسے ہیں

*

نہ رکھو اپنے جی کی بات جی میں
 کھلا وہ بھید جو ہے آدمی میں
 کہو کچھ دل لگی ہیں کچھ ہنسی میں
 خدا کو میں نے پایا یہ خود ہی میں
 سر طور اسکو ایجا کر ٹھاتا
 تری صورت اگر ملتی کسی میں
 اگر مانگیں وہ دل چاہ پڑے
 بھلائی ہے تری مانگیں اسی میں

*

سیر کیا کی صبح ہم ہر گل کو تر مندہ کیا
 ادھس پوں پڑ پڑی دیا ہے گلشن میں

میں مجھ ہی چھو یا رشتوں میں میرے شکل بار
کیوں روؤں اتنا دین ہا ہے سناں میں
جل مروں یا بہر جلوں فان میں اکیلا کروں
برق بالائے شمع ہے شمع میں آں میں
میر جی شہم تر میں جیسے آئے تھے ویسے چلے
ڈوبنا تو کیا؟ نہ بھیکے پا کا من آں میں

*

وہ عنایتِ مروت وہ محبت نہ رہی
آپ آئے بھی نہیں ہکو باتے بھی نہیں
میرے سینے میں ہے سب کی نگاہوں میں چھپ
دل سے جاتے بھی نہیں دلیں تے بھی نہیں

*

آنکھ تو منہ پر میں تجھ سے پیروں میں
یہ تجھی میں ترا میں کہ ہے تو دل میں
لاکھ نظروں میں نظر وہ ہے جو سینہ چھیک
تیر وہ تیر جو ہو جائے تراز دل میں

۵

محبت نے مائل کیا ہر کسی کو
کسی پر کسی کو کسی پر کسی کو
رکھا ہے خدا نے میخانہ کر
فلک پر کسی کو زمین پر کسی کو

وجہ آرام ہوئی جنبش گہوارہ دل
کوئی پہلو میں ٹپتا ہے سلائے ہکو
اسکے کوچہ میں عدد اسکے نقصان میں
کوئی رستہ نظر آتا نہیں جانے ہکو

شوق میں وق میں بتیابی و بنجوابی میں منتخب کر لیا عالم میں خدا نے ہمکو
کیا قیامت میں بھی دنیا کے ہیں جھکائے یا عمر رفتہ جو پھرائی ہے بلا نے ہمکو

✱

بیانِ ابروئے خمدار یار کیونکر ہو زباں میں معجزہ ذوالفقار کیونکر ہو

✱

منہ سے نکلے گی تو کیا بنکر پری اڑ جائیگی ہم بھی کھینکے ہنسی بے اختیار نے تو
کیوں اٹھا لیتے ہو پہلو گردن بچیں ہے پھینک دو گے ہاتھ سے پہلے ترانے تو

✱

جی میں ہے دل نیکے میں سبت کی ٹٹھی ہیں تیری قدرت ہے بڑی پروردگار اتنا تو ہو
استحاث کرتی ہیں آج انکی غوغیاں تجھ سے نکلیں بجلیاں تو بقیہ راتنا تو ہو
ایجاد مجھ کو بنا دے اب تصور غیر کا انکے دل میں جا کے آؤں اختیار اتنا تو ہو

✱

اگیا اپنے تجسّس پر تبسم مجھکو میں نے ڈھونڈا جو دل نے کیا گم مجھکو
باعثِ وجد ہے اندازِ متکلم مجھکو شورشِ کن سے ملا لطف تر نہ مجھکو
خاک ہو کر بھی کیا میں نے خدا کو سجدہ ہر نمازی نے لیا ہر تبسم مجھکو

اس تجاہل کے فدا یو چھتے ہو کون ہو تم
کیا سبق ہو کوئی جو بھول گئے تم مجھ کو
یا الہی مراد ہے کہ تاشائے طلسم
کبھی قطرہ نظر آیا کبھی مستزم مجھ کو

*

نیکدہ میں مہر مہی ہستی نے کیا گم مجھ کو
خاک ہو کر مہر مہی ہستی جو مہر ہاتھ آ جا
گلشن بہر میں دتے ہی کٹی عمر مری
درد درد میں نظر آنے لگا مہر جہاں
لامکاں ہو حرم و دیر ہو یا مختبر ہو
مجھ میں اے مائل بختیا کوئی پھیاں تو
سوج مے بنگائی دریا کا تلاطم مجھ کو
فرض ہوا لکھ وضو پر تھی تبسم مجھ کو
کسی غنیمت نے سکھایا نہ تبسم مجھ کو
قطرہ قطرہ میں کھائی دیا تلزم مجھ کو
ڈھونڈھنے جاو خد کو تو ملو تم مجھ کو
غور سے دیکھتے ہیں کس لئے مرد مجھ کو

*

خلوت یار میں جاتے ہوئے گھبراتا ہوں
نشہ میں حال و عالم کا نظر آنے لگا
حشر میں غیر بھی ساتھ مرے قت شد
اپنے سائے بھی ہوتا ہے تو ہم مجھ کو
لوح محفوظ ہوئی شست حسرت مجھ کو
پچھے چھپ چاؤ خدا کے نہ ملو تم مجھ کو

*

یار کا ہاتھ ذرا آئینہ گرد دیکھیں تو
چہرہ آتا ہے متیلی میں نظر بکھیں تو

ان کے چہرے پر مآثر نظر دکھیں تو یہ نیا معجزہ شق قسم دکھیں تو
دل بھی ہے طور بھی ہے کعبہ بھی دیر بھی کس جگہ ہلکودہ آتا ہے نظر دکھیں تو



مرے سینے سے دل میں آؤ دل سے بزم وحدت میں
ملا دو لامکاں سے کو پتہ چاک گریباں کو
غبار آیا ہے میرے دل پہ اور میری ہوس یہ ہے
اسی مٹی کے اندر دفن کروں اپنے ارماں کو



جگہ دیتا ہوں میں یوں اپنے گھر میں اپنے ہماں کو
کوئی ارماں بھرے دل میں رکھے جس طرح ارماں کو
قیامت میں بھی وہ کس شان سے اٹھلا کے چلتے ہیں
قیامت پیچھے پیچھے ہے سنبھالے ان کے داماں کو
نہ چلنے پائے یا رب اچھی صورت کوئی ورنہ میں
مرا ہو گر ملے ایک ایک ست ایک اک مسلمان کو



خیا لوں میں نگاہوں میں تمھیں ہو پھر اس پر یہ غضب پر دہ نشیں ہو
 خدا کی بات موسیٰ کو مبارک ہمارے کان ہو تیر ہی ہائیں ہو
 مجھے تم آنکھ کی پتلی بنا لو مرا چہرہ ہو چشم سر مکیں ہو
 نہ بخشا جائے کوئی روزِ محشر جو داں بھی یہ فلک ہو نیہ میں ہو
 خدا کے سامنے بھی وہ نہ نکلیں جو میری بدگمانی کا یقیں ہو

*

ہم اگر طور پہ جائیں تو نظر آئے کچھ نخل آتش بھی ہو صوتِ انساں بھی ہو
 داؤدِ حشر سر حشر دکھا وہ قدر میں جہنم سے بچوں وزیرِ احساں بھی ہو

*

اک عمر جو پروے میں خدا بن کے رہا ہو بے پردہ میر سامنے آئے تو مرا ہو
 یہ رسم، یہ عادت، یہ طریقہ ہے کہا نکا میں تم سے دنیا کرتا ہوں تم مجھے خفا ہو
 وہ رنگ نہیں نگ جو غار سے پھیکا وہ حسن نہیں حسن جو زیور سے سوا ہو
 جو تار چھڑے ہو حرکتِ تاففس کی جو ساز کیجے ٹوٹے ہوئے لکی صدا ہو
 جس دل میں ٹولیں تو لے میر ہی مطلب جس منہ سے نکلے وہ میری ہی عاب ہو

*

نہ پائے آپ کو جو خاک پائے رنگ بے رنگی
 نہ کھوئے آپ کو جو وہ نشان بے نشان کیوں ہو
 زبانیں اور دے دو چار یا رب مجھ کو محشر میں
 چلے ایک ہی زبان تو ختم میری داستان کیوں ہو
 اُسے میں دیکھنے آیا مجھے کیوں دیکھتے ہیں سب
 تماشا دیکھنے والا تماشا ہے جہاں کیوں ہو
 اٹھو بتجانہ سے مانگ چلو کعبے کو جائیں گے
 بتوں نے تم سے اتنا بھی نہ پوچھا تم یہاں کیوں ہو

ۛ

مرے جرم سے تیری رحمت یاؤ	مرے جرم ساتوں جہنم سے فزوا
گناہوں کی میری ندامت یاؤ	قیامت کی میزان میں تو لاتو کلی
تیرا قہر کم تیری رحمت یاؤ	ادھر ستاد فزع ادھر آٹھ
نظر آئے جو خوبصورت یاؤ	مہر حشر سجدہ کرونگا اسی کو

✱

لے اٹھ کے نلکے کہیں ٹکرنے نہیں یہ
 نکلا شب مہتاب جب وہ چاند ٹہلنے

کیا لطف نظارہ جو پلٹ آئیں نگاہیں
یارب کسی حلین ہیں الجھ جائیں کہیں یہ
اللہ میں چھپتی ہے مری صورت ہو موم
ہستی میری بڑھتی ہے جو بڑھتا یقین ہے
ہر صبح کو یہ جان کہ ہے صبح قیامت
ہر دم کو سمجھ ہے نفس باز پس یہ
ہے خاک کے پتلیوں میں ترس کی جھلکی
کیا جلو کہ خاص ہے اللہ نہیں یہ

*

ی

دل جگر دونوں ٹڑپتے ہوئے منظور نہیں
یہ برا ہے وہ برا ہے تو پھر اچھا کیا ہے
ہے ہمہ دست نقطائیں بھی غلط تو بھی غلط
گنتی ہوتی ہے کچھ اپنی بھی یہ دکھو کیا ہے
وہ ہے آنکھوں کا اشارہ یہ بونہلی جنبش
سحر کیا حیر ہے اعجاز مسیحا کیا ہے
وہ تماشا ہے خود وجہ تماشا بھی ہے
پھر تماشا لی بھی خود یہ تماشا کیا ہے
دہرا داغ جگر یہ مرے نالے کا شیر ہے
برق کیا حیر ہے مائل یہ مریض کیا ہے

*

خدا کو خود میں چھپا لیا ہے یہ اوج کس خاکسار میں ہے
وہ خاک اڑائی ہے خاک ہو کر کہ لامکاں بھی غبار میں ہے

نہ چھڑم جائینگے تڑپ کر کہ دم ہمارا بھرم ہمارا
 تنگیب میں ہے سکون میں ہے قیام میں ہے قرار میں ہے
 یہ عاشقوں سے حجاب کیسا دکھاوہ جلوہ اٹھاوہ پرو
 کہ ذوق و شوق جناب موسیٰ نگاہ امیدوار میں ہے
 رقیب کی آرزو بدلے الہی اس بت کی خود بدلے
 مرا مقدر بھی تو بدلے کہ سب ترے اختیار میں ہے
 جو ساری دنیا کی خاک چھانے وہی یہ مائل کی بات مانے
 تمام عالم میں ہے جولنت وہ ایک نکرہ کار میں ہے

*

وہ لیکر کہتے ہیں ٹوٹا ہوا دل یہ ہے چھوٹی ہوئی قیمت کسی کی
 جو دیکھوئی آنے خود کو نہ دیکھوں پھرے یوں نگہ میں رت کسی کی
 نہ کیوں اپنے کو مائل آپ ہو جو مری صورت میں صورت کسی کی

*

عقل کا غوغا اور ہی کچھ ہے نفس کی شورشاں اور ہی کچھ ہے
 کام پڑا ہے دونوں سے اک رہبر ہے اک رہبر ہے

شمع لحد ہے برتن تجلی سنگ لحد ہے کوہ طور
 موسیٰ جس عیش میں ہے مجھ سوختہ دل کا مدفن ہے
 نالہ بلبل نغمہ مطرب گریہ قلقل خندہ ہے
 عیش قمر ہے آج فرا ہے وہ ہے میں ہوں گلشن ہے

*

چھوٹا منہ ہے مرا بڑی بتا کچھ اور کہو نگا پیار کر کے
 ہر چیز میں ہے اسی کا جلوہ بت کو پوچھا خدا سے ڈر کے
 بے ساختہ لوگ جھوٹے ہیں مائل ترے شعرا دکر کے

*

جانتا ہے جو تجھے کرتا نہیں تیرا بیاں جو بیکانہ ہے تیرے محفل میں ہیکانہ ہے
 چھبڑتا ہوں تذکرہ اپنا مگر ڈرتا ہوا نیند آنے کی نہیں تم کو یہ افسانہ ہے

*

کیوں اتراؤں میں ہے عذریا کا حشر میں اچھی کوئی صورت نظر آنے کو ہے
 یا الہی میں نے کہا نگلی تھی قسمت غیر کی اسکے حصے کی بلا کیوں کے پیر کرنے کو ہے

*

نرستے اہل محشر کا اگر دل چیر کر دکھیں مرا نقش جبین نیکے ترا نقش قدم نیکے
 پڑے میری کانوں میں آواز آئے پرستے پڑے میری آنکھوں پر اگر گھرستے قدم نیکے

خاک ہونے کا قصہ جل کے مرنیکا خیال یہ پریشانی مری جمعیت پر روانہ ہے
 نکو حیرت کیوں ٹوٹی مائل نے جانباڑی کی جل کے مرنیکا خاک ہونا عاد پر روانہ ہے

چار عنصر ایک ہو جاتے ہیں سوز عشق سے
 آگ بن جاتے ہیں اجڑا خاک و آب و باد کے
 سایہ بڑھ کر شوخیاں کرنے لگا وقتِ خرام
 تجھ سے بھی آگے چلے نقتنہ ترے ہمراہ کے

عجیب کیفیت انا ہے کہیں ہے بیا کہیں بجاہے
 سما گیا ہے الگ الگ ہے ملا ہوا ہے جدا جدا ہے
 جنازہ کے ساتھ ساتھ آؤ مزار پر میرے روکے جاؤ
 تمہیں کو قاتل کوئی نہ سمجھے کہ یہ زمانہ بہت بُرا ہے

فراق کا ذکر تم نہ چھیرو وصال کا شوق ہم سے پوچھو
وہ کا ہنسیں تھیں یہ خواہشیں ہیں ہر حسرتیں تھیں یہ دعا ہے

✱

نہ دل رہے پھر برین جاں بہن میں یہ ہاتھ ہیں کہ وہ زلف پشکن میں ہے
سما گئیں عوض دردِ شوخیوں میں ہم ایک شبِ تجی شہم سحر میں ہے

✱

غیر کا بھیس بد بکرجو دباں جاؤنگا منہ پہل لوں گایا ہی شبِ فرت تیری
نا تو اتنی کا بھلا ہو کہ بیاں کر نہ سکا گر پڑی آکے کر لبِ پشکایت تیری

✱

ہوے وقتِ آخری مہرباں دم اولیں جو تھا ہوے
وہ ابد میں آکے گلے ملے جو ازل میں ہم سے جدا ہوے
نہ تجلیاں ہیں گرمیاں نہ شرارتیں ہیں نہ پھرتیاں
ہمہ تن تھے دن کو تو شوخیاں ہمہ تن وہ شب کو حیا ہوے
مرے نالے ہیں کہ ازل۔ ابد۔ ترے عشوے ہیں کہ لبِ سچ
وہاں کن کا غنفلہ وہ بنے یہاں قم کی یہ جو صد اہوے

مرنے لکے دیکھو تو دلو لے کہ ہر ایک رنگ میرا ملے
 جو گھٹے تو ان کا دہن بنے جو بڑھے تو ارض و سما ہوے
 کبھی سوز شیش کبھی آفتیں کبھی رنجشیں کبھی راحتیں
 ملیں چارہ کو یہ نعمتیں ترے عشق میں جو فنا ہوے

*

دل ہمارا چرائے جاتا ہے وہ جو گردن جھکائے جاتا ہے
 توڑا ہے جوش حسن بند لقا کوئی صورت چھپائے جاتا ہے
 کہتے ہیں کان میں وہ موسیٰ کے کوئی مجلی گرائے جاتا ہے

*

چمن میں دخت رزائی ہے سر جھکا ہوئے پری کو لایا ہے ساقی دہن بنائے ہوئے
 کسی جگہ مرے قاتل کا بانگین گیا وہ روزِ خضر بھی ہے آستیں چڑھائے ہوئے
 پیاجو بادہ گلگوں فلک پیس پہنچا مجھے یہ لال پری لعلی اڑھائے ہوئے
 جواب خطا نہ کہیں غیر کو سنایا ہو کہ حرف سب سر مطلب ہیں اٹھائے ہوئے

*

دیکھو پردہ منہ سے اٹھا کر موسیٰ کی کیا حالت ہے

عالم عالم شوق نظارہ تو وہ تو وہ حسرت ہے
گل پر لبل مرقی ہے اور شمع پہ ہے پروانہ فدا
ہم تو اسی پر صدقے ہونگے اپنی اپنی طبیعت ہے
کس نے جدایا کس کھجایا پانی لانے و وڑا کون
راکھ میں اب دل ڈھونڈ رہے ہیں رسی نکلی ٹکڑا ہے
ہم ہی جلیں گے ہم ہی بھینیں گے آنے نہیں گے طور پہ آنچ
موسیٰ کی کل ہو چکی باری آج ہماری نوبت ہے

*

کر نئی خلقت مری یارب بنا دوں مجھے
شمع ساں جلتا ہوں چمک چمک کر مہیاں
چار دیوار غاصر میں کر داخل مجھے
صورت ناقوس بے ہر تو محفل مجھے
میں نہیں جیتا نہوتا اگر مرے پہلو میں
میں نہیں مڑتا جو تو ملنا بجائے دل مجھے

*

ہر آنکھ میں بنداشتک تر ہے
کیوں عمر دراز جاتے ہو
پوشیدہ حجاب میں گہر ہے
موت آئے تو قصہ مختصر ہے
منزل میں مسافر و نکوڑ ہے
تربت میں ستائینگے فرشتے

آتے نہیں دل میں کیوں وہ مائل ہر تار نفس تو رہ گزرتے

✱

یہ کس کی نگاہ کا اثر ہے دل و نون جہاں سے بچھرتے
دل کے ارماں بڑے بڑے ہیں افسوس کہ عسر مختصر ہے
نشید یہ نہیں سمجھ توڑو میرا دل خنہ اکا گھر ہے
جی میں ہے کہ جاب ہو جا اڑ جائینگے ہوش یہ بھی ڈرتے

✱

دو پرکے اور رگے بے پردگی کہاں یہ غش حجاب ہے وہ تجلی نقاب ہے
میں اور وصل کیلئے اقرار کیا کروں کہتے ہیں سوال ترا لا جواب ہے

✱

وہ مجنوں ہوں یا جاوہر صحرایں سپاہ خراب خضر کی دستار کھل کر گر پڑی ہے
نہیں ہے چشم جاوہر میں تپلی اور بگافز چھپا ہے سامری لکھنوی تیری تیری ڈرتے
غش آئینگانہ دیکھو میرے شکار نہ کرو اسے موسیٰ کہ برق طوریاں نیکو شریلیں ہے پتھر سے

✱

میں ہم اس طرح باہم دوئی ہم سے جدا ٹھہرے

خدا میں محو ہو جائے تو بندہ بھی خدا ٹھہرے
 طلسم معنی آواز کن نطارہ بازی ہے
 جو تو منہ دیکھنے والا ہوا ہم آئینہ ٹھہرے
 محیط شے بھی ہم ہیں شے بھی ہم ہیں غور سے دیکھو
 ملیں نقطے تو خطا ہو۔ خط جھکے تو دایرا ٹھہرے



شکت، دل کا دعویٰ ہے کہ ہوں محشر کا ہنگامہ
 الہی صورت میں ٹوٹے ہوئے دل کی صدا ٹھہرے
 نشیب اپنی خموشی ہے۔ فرازا اپنا مکالمہ ہے
 گرے نقش قدم ٹھہرے۔ اٹھے بانگ راٹھہرے
 بتو شاہاں کیا کہنا۔ ترقی اس کو کہتے ہیں
 نہیں ترشے تو پتھر تھے۔ جو ترشے تو خدا ٹھہرے



لگا ہیں میسری چھو کر آئیں معشوتوں کے چہرے کو
 کسی پر کچھ نشانی ہے کسی پر کچھ نشانی ہے

قیامت کی ہے عیاری کہ موسیٰ نے نہ پہچانا
وہ بے پردہ کھڑے ہیں اور لب پر لسترانی ہے

شب وصل یوں ہی بسر ہو گئی جھگڑتے جھگڑتے سحر ہو گئی
کہیں کیا خدا بھی ہمارا نہیں کریں کیا خدائی اودھ ہو گئی
پھر جستجو میں تری عمر بھر مری عمر یوں ہی بسر ہو گئی
وہاں ہر نگہ بے اثر ہو گئی بتوں کو خدا کی نظر ہو گئی
مجھی سے قیامت میں کتنک حساب کہ دن چڑھ گیا وہ پہر ہو گئی

کیا ہے قید جھک چار دیو ارغاضیاں شکست رنگے آواز آتی ہے سلاسل کی
گدائے حسن ہوں لاکھوں کے دلیس سائے ہزاروں طرح کی ہن تین جھولی میں سائے کی
جسے میں کھیلتا ہوں سما جاتا وہ سہیں بڑی وسعت ہے یارب نرا ہے کچھ کتل کی

نہ بیٹھو صحن میں گھونگٹ اٹھا کر کہیں میں سی نہ جھانکیں طور پر سے
قیامت کی بڑی ہے ہوم باز بدلے میری فرقت کی سحر سے

مجبور پایا ہے جو ہر کام میں مجھے ہر بات میں قسم ہے مبرے اختیار کی
دل میں امید-امید میں غم میں غم میں خیال اک ادا میں ہا ہوں گناہوں میں یار کی

*

گرے موسیٰ یہ کہہ کر اچھی صورت ایسی ہوتی ہے
تمہارے دیکھنے والوں کی حالت ایسی ہوتی ہے
نکلتی ہے نہ آنکھوں سے نہ جاتی ہے خیالوں سے
کسی کس کی بھولی بھولی صورت ایسی ہوتی ہے
جلا کر خاک کر دی برق امین کو بھی اے موسیٰ
انہیں مٹی کے پتلوں میں شرارت ایسی ہوتی ہے

تو ڈینگے پھر خدا کا اے گھر بنائینگے ہم دل کو لاسکاں کے برابر بنائینگے
ہنگامہ گرہ پا نہو کیا لطف دید کا وہ اپنے جلوہ گاہ کو محشر بنائینگے
تو سب کی صورتوں میں پھر سب پائے ہم تیری شکل زہن میں کیونکر بنائینگے

*

جان کر بھی وہ نہ جانیں محبو عارفانہ ہی تجاہل ٹھہرے

کھل گئی بے ہنگی باہر سگی کل میں جب مجھ کو کل چھڑے

✱

خلوت دل جسے کہتے ہیں عجب محفل ہے یاں بنیو کوئی شمشاد کوئی جیڑاں کوئی
جوڑ کر صورت بنا لیں گے اسے اس پر فل توڑ کر پھینکے جو میرا دل نالاں کوئی
اے خدا ہو دم بخشش دل دیدہ میں تیار تیار تا چھپائے نہ کسی بت کو مسلمان کوئی

کیا دُعا دوں اور تم کو حشر میں تم حنا بن جاؤ اس دن کے لئے
جان بائیں کیوں ہو مائل فیض کیا دیا تھا دل سہی کے لئے

✱

بڑا سایہ ہے پر ہے قیامت کے برابر قامت کی ترے نشو و نما اور ہی کچھ ہے
واں ذکر کہ ہوں رشک وہ جلوہ آہن یاں فکر کہ وہ بت بخدا اور ہی کچھ ہے
عمر خضر اتنی نہ قیامت کا دن اتنا کافر تر اکیسویں رسا اور ہی کچھ ہے

✱

بار عھیاں سے ترے محشر میں لڑا پل صراط پارا ترے کس طرح خلقت پہ گھیرائی ہو
میں نہیں میں نہیں میں ہی تو ہی تو ہی تو خود کو بھولا تجھے جب بھوکو تناسائی ہو

آج کس نے زندگی پر موت کو ترجیح دی
صور کی آواز ہے محشر میں مائی ہوئی

اب میں کروں تلاش خدا تو سزا ملے
یہ بت کریں خدائی تو کیوں کر خدا ملے
تسلیم کا جواب نہ تعظیم کا خیال
جب پلین ملین تو بھلا کوئی کیا ملے
خضر مسیح کو ہوسری زندگی پر شک
تیرا مریض ہوں مجھے ایسی دوا ملے
جس لیے کی نظر تری صبور نظر پڑی
جس آنکھ میں گیا میں نے نقش پایا ملے

دو دنوں ہوں گم وصال میں سیار
میرا پتا ملے نہ تمھارا پتا ملے
مکلیف جھوٹ - درد غلط - سوزِ بے قرار
دورِ رخ بھی خلد ہو جو کوئی آشنا ملے

دل لیکے کھڑا ہے کوئی آنکھیں تو اٹھا
پھینکو تو سرِ عرش کمن اپنی نظر کی
ایمن میں سی خوف سے موسیٰ کو غش آیا
لگجائے او سے چوٹ جنبش سے نظر کی
دعوائے خدائی کرے گو سالہ کا یہ نہ
مٹی سے بنا ہے ہر ترے راگِ زری کی
تم دل سے نہ نکلو گے یہ ہے بھول بھلیا
پیچیدہ بہت اہ ہے اللہ کے گھر کی

جان و جان ہے جوتیرے لئے جاتی ہے
 و طبیعت ہے طبیعت کہ جو خلوت میں موج شوخ
 خیز وہ چیر ہے جو وقت کلام آتی ہے
 آنکھ وہ آنکھ ہے مجمع میں جو تیراتی ہے
 لوح دل پاؤں تو گنجینہ مخفی ہاتھ آئے
 خود طلسمات ہوں نیا بھی طلسماتی ہے
 زندگی اور ہے کیا شے فقط آنا جانا
 غور کر سانس یہ اکاکی ہے اکاکی ہے



جو دس بیس کی دلربائی کرینگے
 جو انجان پھرتے ہیں وہ جان لینگے
 یہ مٹی کے پتلے حسدائی کرینگے
 یہ نا آشنا آشنا کرینگے
 وہ کیا دعویٰ پارسائی کرینگے
 پسند آئے بے پردگی جنکو مائل



ضعف کیا آیا زمانہ پھر گیا
 خوگر بنیا بی سحر اں ہو نہیں
 سر کا چکر گردش ایام ہے
 اضطراب دل میرا آرام ہے
 اس میں ہوتی نہیں بیچ ماسیاں
 عاشقی کس کوئی چھوٹا کام ہے
 یوں تو کوئی موت سے بچتا نہیں
 ہے زندہ جس کا باقی نام ہے
 کیا زبان بھی کوئی پیام ہے
 خط تو قاصد میں پورا پڑ گیا

یہ کیا کہا۔ ہے آنکھ کے اندر جیس کوئی تیرے سوا میری نظر میں نہیں کوئی
 کیا شوخی قدم نے مرا اس میں بھریا تیری گلی میں چوم رہا ہے نہیں کوئی
 مجھ سا بھی تو نہیں سچ جہاں خراب میں مانا کہ سارے شہر میں تجھ سا نہیں کوئی

*

مرا دل لگی کا وہی جانتا ہے جو ہر کام کو دل لگی جانتا ہے
 نہیں جانتے گھومتے ہیں جو جھک جوا نجان ہے بس ہی جانتا ہے

*

کونسی چیز جو انی نے ملا دی اس میں جیسی اب تیری صورت کبھی ایسی تو نہ تھی
 کسکی آنکھوں میں ہا تو یہ اثر کس کا ہے تیری آنکھوں میں مرد کبھی ایسی تو نہ تھی

*

تو ہی جو روزِ حشر بھی پیش نظر رہے خود کی خبر رہے نہ خدا کی خبر رہے
 اس دل کا نام دل ہے جو تم کو پسند آئے وہ مال۔ مال جبہ تمہاری نظر رہے

*

یہ بتا دو کہ مقدر کا لکھا کس کا ہے جو بہلا ہے سو تمہارا تو برا کس کا ہے
 جام ہے بن کے ہو محفل ساتی میں بلند نہیں معلوم کہ یہ دستے عاکس کا ہے

حسن بے پردہ ہوا آپ ہی اپنا پرؤ تیرے قربان یہ انداز حیا کس کا ہے

پڑا اٹھا نظر کے مقابل نظر ہوئی اتنی خبر ہے پھر نہ سمجھے کچھ خبر ہوئی
ہاں ہاں کسی سے تم نہیں ملتے بجا در مشہور سارے شہر میں جھوٹی خبر ہوئی

فرشتے روز و شب ترین لطف کیا کبھی تو حورا تر آئے آسمانوں سے
وہ آسمان ہوں جسے زمین بتی ہے زمیں وہ ہے نہیں بتی جو آسمانوں سے
فقر شہر خوشاں میں بھیک کیا گئے صد کسی کی کھلتی نہیں مکانوں سے
نماز پڑھنے لگا شوق چہ سانی میں خدا ملا تو بتوں ہی کے آسمانوں سے
فرشتہ بھی جو بنوں میں تو اعتبار نہو بچوں خدا ہی بچائے تو بد گمانوں سے

منہ آئینہ میں دیکھ کے مضطرب ہو کرے اپنی ہی چوٹ آپ وہ کہائے خدا کرے
بت بھی مرا جمیل خدا بھی مرا جمیل دولوں میں لوگ جھوک برابر ہو کرے
یوسف کا ذکر کیوں یہ زینجا کا ذکر کیوں تو خواب میں کسی کے نہ بجا خدا کرے

کسی محفل میں بے اثر نہ ہوئی کیا نظر کو تری نظر نہ ہوئی
یوں دیا ہم نے دل بڑا کرنا دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہوئی
شب فرقت کا طول کیا پایا کہ قیامت میں بھی سحر نہ ہوئی

*

مسجد ہے بندہ ہے لہلہ گلہ ہے کس گلہ میں تجھ کو دھو دھو گلہ توں ہی تو ہے
مستی کی خوشییں ستون کی کوششیں ہیں مستانہ لغزشیں ہیں ہونٹوں پہ ہائے ہوں
اے بمثال تجھ کو کس سے مثال دوں میں صویر ہی ہے تیری صویر تو نہیں تو ہے
نا توس کی نغاں میں آواز دواؤں میں تیرا سی تذکرہ ہے تیری گفشتگوں
ہے وصل کل میں کل کا دریا میں موج پاؤں موجوں میں قطرہ قطرہ میں کس برسوں
ظاہر میں فصل پیدا باطن میں وصل پیدا دل تجھ میں تو ہے لبس تجھ میں مجھ میں تو ہے

*

وہ آنکھ استاد کلی سامری کی جو تنہا لی ہے کالی ہے ٹری
ازل سے ہے مرادل پاؤں پاؤں جدا اس پل کی ہر پکڑ ہے
یہ کیا سب دین و دنیا کی خرابی الہی میرے حصے میں ٹری ہے

جھوٹا وعدہ ہنسی لبوں پر
بولے پوچھا جو حال دل کا
پھر اس پہ قسم ہمارے سر کی
کیا ہم کو خبر خدا کے گھر کی

✱

فرے کی بات ہے اقرار و انکار
اد انسان کی کھڑا پری کا
تڑی ماں لڑکٹی تیری نہیں
ملا ہے کچھ کچھ کچھ کہیں سے
مراد دل اپنی آنکھوں سے لگا لو
خدا کو دیکھ لو اس دور میں سے

✱

عبادت میں تم کے ڈھنگ دیکھو
بد لکڑھیں دئے ہم بس مرگ
فراج دشمنان پوچھا ہیں
کہ مینہ برسا بخارا کھڑے ہیں
بنا ہے حور عین سی لہریں
نکل کر داغ سجدہ کا جیس سے

✱

چھیڑنا کیوں مجھے پوچھکے دشمن کا فراج
طالب وصل سے کہتے ہو گنہ گار یہ کام
ماں تان کیوں ہے مجھے غیر پر مرئیو
ایک تم ہی تو ہوا شہ سے ڈرئیو
سن کے وہ تذکرہ خضر و سجاد
ان کا کیا ذکر وہ ہم نہیں مرئیو

✱

تو ازل کے دن جو ملا مجھے ہوینا تیں یہ کہ نہ بھولے
 ترے وعدے ہائے وہ کیا ہوئے نہ پیام ہے نہ سلام
 مے ناب عشق پلا مجھے وہ جو بکتی ہے نہ دلا مجھے
 یہ ہے سو مند وہ ہے مضریہ حلال ہے وہ حرام ہے
 وہ پیش سنے کی ہرل فتنیں کہ بدل لیا ہو نہیں کر وائیں
 نہ سکوں دہر نہ شکیب دہر نہ قرار ہے نہ قیام ہے

کعبہ دل قبلہ جا جائے
 شرم دونوں کی خدا ہائے
 میری شمعیں میری منہ کی باہائے
 کر طواف اسکا اسکی گرد بچھ
 صبح محشر سے نہیں کم صبح وصل
 مونہہ سے نکلی تو پرانی ہو گئی

اجاڑے خنزاں نے۔ اگر اہوا نے
 مہر بزم کس کس طرح انکو دیکھا
 کہلا ان پہ جب خاکساروں کا رتبہ
 نکلتا جہنم سے لیکر بتوں کو
 چمن کیسے کیسے مکاں کیسے کیسے
 نظر سے لئے امتحان کیسے کیسے
 زمیں تک جھکے آسمان کیسے کیسے
 خیال آگئے درمیاں کیسے کیسے

تم تو پہلو میں نہیں مل سہے کیوں پہلو میں
یہ اگر قبلہ حاجات ہے یہ بھی نہ سہی
پاس نہ نا بھی گیا پاس بلا نا بھی گیا
دور سے لطف اشارت ہے یہ بھی نہ سہی
نہیں سنتے نہ سنیں کہ پھر کام کی بات
اپنے کام کی کہ بات ہے یہ بھی نہ سہی

*

بتوں کی دلبری وہ رنگ لائی
خدا کے پاس بھی اب دل نہیں ہے
چھپے گی کس طرح محنوں سے لیلیٰ
تصور پر وہ محمل نہیں ہے
حسینوں ہی کے ہاتھوں میں بیگنا
ہمارا دل ہمارا دل نہیں ہے

*

دل کے کچھ ٹکڑے نگاہِ فتنہ گر لیتی گئی
پھول یہ مالِ جنین سے توڑ کر لیتی گئی
رشتک کیا کیا میر دلو میری آنکھوں پر بولا
جب نگاہِ شوق تاسواں در لیتی گئی

آہیں مری ہیں طبعِ مکر کا سا بادل
بادل بنے اٹھے جو نجارات خاک سے
اعضاء ہیں ہے جو جنوں کی لوریں کھانے
چہرے میں چار چاند لگے نہ نکھڑا ناک سے

*

ہے نہ آج دلوں میں کچھ آرزو باقی
ہو وہ بھی ختم جو ہے کل کی گفتگو باقی

نکل گئی مری آنکھوں کی جو تمہیں تھی
نکال اسے بھی کہ ہے لگی آؤ زبانی
ازل میں مل کے رہا یاں بچھڑ گیا اگر
رہی گئی تا برباد تیرا جی جستجو باقی
تمہارے سست کہیں بیٹھتے بھی میں نیچے
وہی ہے نشہ وہی نشیب کی ہاتھو باقی

*

گئی بہار جوانی کے داغ عشق مٹے
چمن میں چل رہی ہوں میں ننگ بو باقی
ابھی تلاش ہے کشتے کی میرا دل لیکر
تسری نظر میں ہے انداز جستجو باقی
جو شوق دیدہ ہوتوں کا منہ دکھو
ہے نہ زیست میں تا یہ بھی زبانی باقی

*

آنکھیں مٹی میں بند جہاں وہیں تھے ہم
دنیا میں سحر بھر جو چلے بھی تو کیا چلے
گھر کے گرد کے دلیس کی کوڑا کے لاواں
بنکر فرشتہ جاؤں اگر بس مرا چلے
دونوں کے دونوں شرمیں گم ہوں تو میر
تیرا پتہ چلے نہ ہمارا پتہ چلے
نکلے ہمارے آئینہ دل سے مثل عکس
جس کا یہ ہو عقیدہ کہ ہے ہر طرف وہی
سارے جہاں میں ہوں بے قرار غصہ کی
وہ طور پر بھی چار طرف دکھتا چلے
باہر گئے تو بیکے خضر کو ڈھونڈ آئے
چوموں قدم جو اسکی گلی میں را چلے
گھر میں ہے تو صوّت قبلہ نما چلے

وہ جس لباس میں ہو اُسے جان جائیگی
ہم اپنے دل کے چور کو پہچان جائیگی
اظہارِ مدعا میں سلیقہ بھی شرط ہے
جو ماننے کی بات ہے وہ مان جائیگی
دلچسپ ہونے بات تو وہ بات ہی نہیں
دشمن کی گفتگو کو وہ کیا مان جائیگی

ذرہ ذرہ، ریزہ ریزہ بھیج دے خالی ہیں
میں بھی حیرت کا ہوں دنیا بھی حیرت کا
سنگِ ہویا ستارہ ہو کوئی یا خضر ہو
غیر کو جو راہبر سمجھے وہی گمراہ ہے
دیر جائے کعبہ جائے یا کرے دنیا کی سیر
جو طریق عشق کو چھوڑ دے گمراہ ہے

دل میں سر نہ رہے کچھ عکس تمہارا ہم سے
آئینہ خانہ میں تم ساتھ رہے کس کس کے
ساری دنیا میں جو چھو تو ہوں لکا لکا
نکھر بھی فکر ادا دے بھی ادا دے کس کے
کہتے ہیں دیکھ کے وہ ذوقِ مرثیہ سرا
ساری دنیا سے زراہیں تاشے اس کے

جھانک کر یوں کہا کرے کوئی
مچھلو دیکھے خدا کرے کوئی
پوچھتے کیا ہو پھر تم آئے کیوں
دل نہ ٹھہرے تو کیا کرے کوئی
کہیں بت ہو کہیں خدا ہو تم
تم سے کیونکر ملا کرے کوئی

جو خدا کا حجاب بن جائے ایسی ہستی کو کیا کرے کوئی

✱

یہ سب کو پھونک دے گی مکاں ہو کہ لاسکا
بیلی کی شوخ آنکھ پڑی لپہ قیس کے
مرکز تو دل مرا ہے خدا ہے محو کمال
دورخ کو دیکھتے ہی ترست خوش ہو
آئے وہ اس طرح سے حسینوں کی بزم میں
بجلی چمک ہی ہے ہمارے خیال کی
جنگل میں شیر سے ہے لڑائی خال کی
پرکار بن کے پھرتی ہے سوٹ خال کی
سمجھے یہاں بھی گرم ہے جھمی کمال کی
جیسے جوان ل میں تنہا وصال کی

✱

رازِ دل عاشق گرہ بندِ قبا ہے
تم بات کرو منہ سے ابھی بھول ٹھہر گئے
یا رونیں نہونگی کبھی آنکھیں سرتی جی
کمن ہیں سمجھتے نہیں آنکھوں کا اشار
میرا وہ اشارہ کہ مرے قلب میں کون
خلوت میں اگر مجھ پر یہ کھل جائے
کہتی ہے خموشی کہ تکلم میں مرا ہے
اک رات وہ میری بھی گمانیں بنا ہے
گھر کے وہ کہنے ہیں اچانک یہ کیا ہے
اس کا وہ کنا یہ کہ سرِ ماتھ میں کیا ہے

✱

منہ اپنا آپ دیکھ کے سجدہ کیا کرے
اپنی نظر میں ہی خدا ہو خدا کرے

مجھ سے یکیوں کہا کہ بڑیو فاقہ تو تم سے وفا کرے تو یہی ہو فاکرے
جاتا ہے ان کے گھر تو بڑی رز دے تو مائل تری مراد برائے خدا کرے

*

کون ہے یہ سوا اے میر خالق دلیں آئینہ دیکھ لے آئینہ بنانے والے
کیسے ناکام رہے عشق میں قیاس فرما بھولے بھالے تھے فریب کے زمانے والے
ہائے کہے میں بھی یاد رکھو آنکھیں ترسیں گھر دکھانا ہی تھا منہ نہ دکھانے والے
آتش عشق نے آزر کو بھیں بھی چھو کا آگ میں کود پڑے آگ لگانے والے

*

لگے چھلکنے جو ساغر تو میں چپکنے لگوں فرے مڑ کی وہ باتیں نہیں بلا کے مجھے
بڑا فرا ہو جو شہر میں وہیں یہ کہے تو بل صراط یہ چل گود میں اٹھانے مجھے
عمیق بحر شکستہ جہاز، تند ہوا خدا رکھے نہ بھر دے یہ نا خدا کے مجھے
قدم قدم پر تری راہ میں طواف کیا پھر کے لائی نظر گرد نقش پا کے مجھے

*

پہرا کرتا ہے نظروں میں جو نظروں سے ہے پوشیدہ
وہی آنکھوں سے خارج ہے وہی آنکھوں میں داخل ہے

زیادہ دینے والے کا ہے رتبہ لینے والے سے
 سخی کا ہاتھ اونچا اور نیچا دست سائل ہے
 مرے جو تجھ پہ جیتے جی ٹھکانہ پھر کہاں اس کا
 نہ وہ مردوں میں اخل ہے نہ وہ زندوں میں اخل ہے
 دلو عالم جس کی موجیں ہیں عجب دریا ہے وہ دریا
 نہ اس پہلو میں ساحل ہے نہ اس پہلو میں ساحل ہے
 جدا ہو کر بھی سیلی دیدہ مجنوں کی پتلی ہے
 اسی کی آنکھ کا پر وہ ہے وہ جو گردِ محفل ہے
 مہذب خوش سلیقہ باادب ہیں سب عدم والے
 نہ ہنگامہ ہے محفل میں نہ باہر شورِ محفل ہے
 نہ دنیا اس کی حدیں ہے نہ عقبی اس کی سرحدیں
 دو عالم سے جدا ہے تیسرا عالم مراد ل ہے

*

وہ جو بے پردہ سرِ محشر ^{حلقے} شرم پھر کیوں دیدہ ^{حلقے} دل کے	ہوش اڑے دل گر پڑا ^{حلقے} ہم نگر تم یہاں اکثر پھر اکثر ^{حلقے}
---	---

لایا ہے کیوں قیب کو آفت میں اٹا کے
دل میں کا پھیر کوئی حلیہ نکال کے
ہوتی ہے کیا شریفوں میں ایسی گفتگو
تم مجھ سے بات چیت کرو نہ بنجھال کے
ہوں محو ذات اسم و صفات ہے کیا غرض
بیٹھا ہوں میں خدا کو بھی ابھل اچھال کے

مضطرب وہ ہوں جگر کے تھپی پون اریں
رکھڑن فلک کے سر نہ مریں کو اچھال کے
کیوں شوق سے گردن جنہم کی آگ میں
تیرے جلال میں بھی ہیں جلوے جال کے
بارگنہ سے شرمیلہ جلدی نہ چل سکے
پیش خدا ہم آئے گرد وقت ٹال کے
سر بھی جھکا ہوا ہے نظر بھی جھکی ہوئی
میں کس طرح دکھاؤں کلیجہ نکال کے

مجھ کو مارو گے او اسے کہ نظر سے پہلے
تیرا نیکام رہنے ل بہ کدھر سے پہلے
دل ہوا محو فغاں پھیلے پہر سے پہلے
اس موزن نے اذان سے سحر سے پہلے
تیرے ہی حسن کی گرمی ہے تنوں میں یاد
آگ پھیلی یہ بھڑک کر ترے گھر سے پہلے
کیا تعجب ہے جو وحدت یہ کثرت لعلی
تخم میں بھی تو شجری تھا شجر سے پہلے
خاک میں مل کہ خدا تجھ کو سرفراز کرے
تخم کو دیکھ وہ کیسا تھا شجر سے پہلے

نام و وحدت کا بھی کثرت ہی سہی تیری صورت مری صورت ہی سہی
جرم کرنا تو ہمارا ہی خوب ہے عفو کرنا تری عادت ہی سہی
وہ نہ آئے تو وضو کر لوں میں شب فرقت میں عبادت ہی سہی
عشق کی آگ میں بسم جلتے ہیں یہ بھی اعمال کی شامت ہی سہی
عہد و پیمیاں پہ شک آیا کہ نہیں مسکراتا تری عادت ہی سہی
کیوں ہو خاموش کر و کچھ باتیں میرے دشمن کی حکایت ہی سہی

✽

وعدہ کر لو کہ تسلی ہو جائے وعدہ روزِ قیامت ہی سہی
کچھ تو بخشش کو بہانہ مل جا حشر کے روزِ مذمت ہی سہی
خود کو جاتا بھی تو بے خود ہو میری آگاہی غفلت ہی سہی
کون کرنا ہے پرستش میری دل کے اندر تیری رت ہی سہی
تم سے بت نہ تو چٹا یا اسل آؤ کعبہ کی زیارت ہی سہی

✽

پر دینا اس کی شکل چھپائی ہوئی سہی آدم میں روح بن کے سمائی ہوئی سہی
ہوتا نہ عشقِ منہ نہ دکھاتے جو ہم کو آپ خود کب لگی یہ آگ لگائی ہوئی سہی

ان کی زباں یہ خیر کی تعریف مائے ہے کیوں کر کہیں یہ بات بنائی ہوئی سہی
ماقل کسی کے وعدہ یہ اللہ رے خوشی گو یا مراد تیسری برائی ہوئی سہی

✽

منہ کی چمک نقاب پہ چھائی ہوئی سہی پردے سے شکل و شکل آئی ہوئی سہی
یاں جن کار ساز ہے واں عشق کار سا دونوں گھروں میں لگ گائی ہوئی سہی
ہوں بعد مرگ شرم گنہ سے عرق عرق بے غسل میری شش نہائی ہوئی سہی
یارب بتا کہ پوچھنے والا مرا ہے کون مجھ میں جو شکل تیری بنائی ہوئی سہی

✽

کیا صبر ہو کیا چین ہو جب وہ نظر دل تھام لیا کجاں علی شک بھرے
اب اور کہاں دید کی امید رہے محشر میں بھی ہ آئے تو نہ ڈھپا رہے
آنکھیں تو مری بند تھیں سنگام تعلقو اللہ وہ کس راہ سے ل میں اترے
فکروں کے سمندر کا کنارہ نہیں ملتا ڈوبے کبھی بانی میں کبھی ہم ابھر آئے
اظہار حقیقت پہ شناسائی ہے موقوف پہچانے یہاں کو غنایا بھی اگر آئے
مٹ جائے برائی جو گرد جاو خود سے ہر عیب ہنر ہو مجھ یا تھر آئے
دیکھو تو یہ بیجانہ ہے مسیح نہیں مائل کیا بھول گئے راستہ دیکھو صراٹے

دو دل لے کے پھر بگیاں مچ رہا ہے یہ کس طور کا امتحاں ہو رہا ہے
 ترے نقش پا سے اٹھے ایسے فتنے زمیں کا طبق آسمان ہو رہا ہے
 پھر تیرا نہیں رو دو نوں کے دل میں یہاں ہو رہا ہے دہاں ہو رہا ہے

اسی کی بدولت خدا مل گیا مری بے خودی میرا ایمان

رباعیات

یہ مجھ سے نہ پوچھ تو نے کیا کیا دکھیا یارب جو کچھ نظر نے دیکھا دکھیا
 خود ہی کو ٹھوٹنے کی نوبت آئی اچھا میں نے ترا تماشا دکھیا

میں حشر میں بے یار و مددگار آیا خود سپر گناہوں کے لئے بار آیا
 دیکھا جو تجھے دور سے اک مغموم رحمت یہ پکاری وہ گنہگار آیا

اشکائے غم شہ سے جو چشم تر میں دل جلنے کا تڑپ تڑپ کر رہی

مائل یہ جبرائیل دیکھانہ سنا پانی سے لگی آگ خدا کے گھر میں

✱

کہتے ہیں کہ رونق جمالی ہوں میں شہرہ ہے کہ جلوہ جلالی ہوں میں
جو نام پسند آئے پکارو مجھ کو کچھ بھی نہیں تصویر خیالی ہوں میں

✱

پیری میں شباب کی نشانی نہ ملی افسوس متاعِ زندگی کافی نہ ملی
جو کچھ کھویا تھا ڈھونڈ کر پایا مہرِ حیرت ملی مگر جو انی نہ ملی

✱

ہے عرش بھی یک فرش قدم کا تیرے تقدیر نوشتہ ہے قلم کا تیرے
رحمت کے بقیہ سے بنا ہے موزن اللہ دے شعبہ کرم کا تیرے

✱

سلام

دکھائیں اب میں رات اور تیرے مجھے اندھیری رات میں لمبا تمنا ہے مجھے
فلک کے منہ پر انجم تو میرے منہ پر اشک بے تار اسے گوہر خوش آئے مجھے

یہ نوحہ گر غم شبیریں، وہ چاک جبکہ
ملا فلک کو جو سوچ تو بچتیں مجھ کو
غش آئے بھی تو سنبھل جاؤں یا علی کہہ
قدم صراط یہ کہتے ہی گم ہوا مائل

غز کیوں نہو بلبل مجھے گلاب مجھے
مرے خدانے دے پانچ آفتاب مجھے
دکھائے طور کی بجلی جو آبتاب مجھے
اٹھا کے لے گیا دست ابو راب مجھے



عروج نظم دکھا دو بلند مینوں کو
غم حسین میں عالم کے حل ہے میں
وہ ہاتھ ہاتھ جو اکٹھو پستانیں کہتے
سلام و مرثیہ سینہ کو آ رہے ہیں
کسی کی حد زیادہ نہ کیجئے تعریف
کسی کا طور یہ غوغا کسی کی عرش پھوم

ہم آسمان بناتے ہیں ان مینوں کو
بلا کی آگ لگی چان آگینوں کو
وہ اکٹھو اکٹھ کرے ترجو آستینوں کو
اتازتا ہوں میں پر فلک نشینوں کو
بڑبانہ دیجئے ہاتھوں سے آستینوں کو
کہاں کہاں ہ بلاتا ہے پاک مینوں کو



جو ہے ہلوں کا بھلا جو نہ رہو اس کا بھلا
بچے غرور سے جن کے منہ کو اوج ہو
ہوا پند نہ آئی جو باغِ عالم کی

ترے فقیر ہی اک صد اسنا کرتے
وہ ماہ نو کی طرح اپنا سر جھکا کرتے
کئی کی طرح سے صفر بھی سکا کرتے

فلک کی سیر دکھائی ہے خاکساری
وہ بن گئے اُسے قیامت میں نہ باج
بن آئی جان پر نائل ہماری آموس
بجھا چرخ یہ چھوٹے اگر ہوا کے چلے

علی تیج آتش نشان کھینچے ہیں
ہوا و دودل آسمانوں سے ادھیا
سپر منہ پہفت آسمان کھینچے ہیں
سرخش یہ سا باں کھینچے ہیں
وہی جو ابھی ہم ڈپے الیس گے مٹی
خازے یہ کیوں سا باں کھینچے ہیں
ادھر جا کا تن ادھر جا سگی روح
مجھے تو نہیں آسمان کھینچے ہیں
بٹھا دودھ میں ساتی حوض کوثر
نثارِ محبت جہاں کھینچے ہیں
خدا سے جدا کر دیا ہے خوئی نے
یہ دیوار ہم درمیاں کھینچے ہیں

مرثیہ

(نوٹ - یہ مرثیہ اصل میں بچا پونہ کا ہے یہاں صرف چند نقل کئے گئے ہیں)
ہم شکل مصطفیٰ ہیں علی اکبر جواں
مادر کا دل بھوپنی کا کیلجہ بد کی جاں
قربانِ حسنِ ثانی سفید سبز ماں
دونوں ہیں ایک فرق رسالتِ دریاں

سب تار جانیگے کہ یہ کس کا طور ہے

قد نخل طور ستر نخل طور ہے

خیمہ سے اس طرح نکل آیا وہ خوش صفا جب طرح نکلے منہ سے کس کی خوشی کی بات
لو قدر کی الگ مضاں سے ہوئی ہے رات شعبان کے مہینے سے نکلی شبیرا

ماہی کے منہ سے یونس نشان نکل گئے

غل تھا کہ چاہ سے مر کھان نکل گئے

بج محل سے مہر درخشاں نکل گیا منزل کو چھوڑ کر مہ تاباں نکل گیا
گھر سے خلیل پاک کے مہاں نکل گیا مسجد سے ایک مرد مسلمان نکل گیا

پتلی گھنچ آئی چشم نہ مشرقین کی

غل تھا کہ جاں نکل گئی جسم حسین کی

پیش امام آئے یہ بولا وہ ذی شعور ماں سے پھوپھی سے مل گئی نصیبی

فرمایا شاہ نے کہ اہل بھی نہیں دے کی التماس موت میں پھر دیر کیا ضرور

جی میں یہ ہے کہ تیرہ کلجے کے پامو

دل تمھام کر یہ کی دیا اچھا سوار ہو

سمھوت رسول چلا ہو کے جب سوار بھاگڑ پڑی سواروں میں پل کو فرار

میدان حشر بن گیا میدان کارزار سمجھے یہ سب کہ آتا ہے اب تہر کر دگا
بولے سوار گر کے یہ زوج بتول ہے

پیدل پکارا اٹھے یہ خدا کا رسول ہے

باہر نکل کے شمرنے پوچھا یہ غل ہے کیا پید ہوئی ہے چھاؤنی میں کیا کہیں دبا
بولی سپاہ شام و رات تو تھر توج آتی ہے کوئی دم میں ترس تو بھی قضا

افسر جو بنگیا ہے ڈراتا ہے فوج کو

پستی میں پھینکے گا یہ سب شیر و ج کو

سمجھا جہنمی کہ مقدر الٹ گیا پھولا پھلا دخت حیات آج کٹ گیا
دو گام دیکھنے کو بڑا بڑھ کے ہٹ گیا کہنے لگا نذر کے جلے میرا پھٹ گیا

بھوکا ہے تین دن کا یہ جینے سے سیر ہے

شیر خدا کے شیر کا بچہ ہے شیر ہے

ہاں نیزہ بازو آگے بڑھو نیزوں کو ہلا باندھو صفیں بڑباؤر سا پرے جاؤ
یتیمیں نکالو ڈھالیں سنبھالو علم اٹھاؤ انعام خوب دنگا سے مار کر تولاد

ہے اس کے ساتھ موت شہ شہر قہن کی

یہ ماہ رو تو جان ہے جسم حسین کی

اللہ رے ہیبت پسراں بوتراہ
تھراہ ہے عرش لرزتا ہے آفتاب
ہے زلزلہ نمودریں کو ہے اضطراب
قطبین کا پتہ میں غصہ کیا ہے انقلاب

میخ کٹے کرتا ہے گردن کاخ
جبریل ڈر کے لپٹے ہیں سرہ کی شاخ

رہوار کو دبا کے جولی ہاتھ غیاں
پھر کیا تھا اڑ چلا فرس اکبر جواں
اللہ رہے اوج ثانی پیغمبر زماں
غل تھا کہ وہ طوبہ ہو سی ہو عیاں

قبضہ حسام کا یہ ریضا ہے ہاتھ میں

تلوار کیا ہے رِق تھلی ہے ہاتھ میں

پارہ ٹرپ کے اڑ گیا باد صبا چلی
کافر یہ سمجھے جانب لشکر قضا چلی
شاعر لگے پکارنے من کر سا چلی
گھوڑا ہوا ہوا جو درابھی ہو چلی

ماند صاعقہ وہ ہوا میں دانہ تھا

موج ہوا کا سایہ اُسے تازیانہ تھا

غچے چپک کے کہتے تھے باد صبا چلی
پریاں پھڑک کے کہتی تھیں تیغ ادا چلی
حوروں دی صدا نگہ فتنہ زرا چلی
چلا اٹھے خضر مری عمر سا چلی

مثل عافک کی طرف وہ روانہ تھا

اس کے لئے دعا کا الف تازیانہ تھا

ناچنچ جا کے وہ فرس آیا جو وقت سمجھے شقی اسکی ہر اک جا ہے بندوبست
سجدے کو جھک گئے غفلت سے سمجھے جو بھولے خدا کو جیسے کوئی سامری پرست

مگر اسی کام کرنے لگی مکر و حسد کا

گھوڑا بھٹو کی آنکھ میں گوسالہ بن گیا

راکت کہہ رہا تھا کہ ہر جا د کیا کرو جی میں ہے غرب و شرق باہر پھر کروں
سیر زمیں تو ہو چکی سیر سما کروں واں بھی تنگ دل تو محشر بنا کر دوں

وہ ہے تنگ ایسے چھلاو کے واسطے

دو دنوں میں نہیں کاو کے واسطے

وہ تیز رو کہ پائے آبا د کیا مجال لکھوں اگر یہ کنجی خانیش دے کمال

اس کی تو گردنک بھی ہنچتا نہیں خیال بنے نیم جیت جنوبی سے تا شمال

غصہ سے مرکب آگ ہے اکب میں توڑے

گھوڑا وہ برق ہے جو تہ جمع طور ہے

کیا ہو بیان جس شمشیر آبدار ہر دے ذوالفقار ہم خوشے ذوالفقار ہم خوشے ذوالفقار

جبریل سے کہو کہ نہ روکیں پوں پاد یہ خوف ہے کہ پر نہ کٹیں در تین چار

ایما بھی حسام کا وقت ستیر ہے

منہ پر مرے نہ آؤ زباں میری تیرے

ہوں ایک میل پہلے یہ سنو سنو لوں ہوں رونق ہے ہر جگہ مری سب محفلوں میں ہوں
پہلو میں مل ہوں اور محبت لوں میں لیلیٰ ہوں ایک در کئی محفلوں میں ہوں

طرہ اگر ہوں سر پہ تو گردن میں رہوں

دشمن بھی مجھ پر مرتے ہیں گلخوار ہوں

پیا سچی دل اور آب کا قطرہ کلویں میں ہونٹوں پہ بیات لطف بیاں گفتگو میں ہوں
میں یہ بہا رہوں کہ ہر اک رنگ بو میں رہ گئے تیرے میں خون میں سرخی لہو میں ہوں
شریاں میں ڈرتی ہوں کلہو کے پار ہوں

سب اک باں میں میں غصہ فقار ہوں

مانند خضر میرا راہ عدم ہوں میں جو ہر سے سبر پوش ہوں کسا ایچ کم ہوں میں
کہ شوخی نگاہ غزال حرم ہوں میں پنجہ ہوں سر کا کبھی اڑدہ کا دم ہوں میں

اُس جہت اگر گردن تو یکڑ لاؤں بقی کو

منہ کھول دوں تو نگلوں اچھی شوق عجب کو

اترا جو شیر حسن کی تشیر کا غلات سر پہنچ کر دیکھ گئے دیوانہ کو قات

کیا چار جوہر اس کے لئے تھے دم معاف منہ لال رنگ بنظر نظر تیز ناتھ صاف

آگ آبیہ باد پہ قبضہ اسی کا تھا

لو چار عنصر وہ یہ بھی قبضہ اسی کا تھا

برپا تھا حشر غفلتہ وار و گیر تھا تیغ شروشاں سے جلا جو شہر تھا

جو کوئی تھا جوان و دہشت سے پیر تھا جو پیر تھا وہ دام اجل میں اسیر تھا

طاقت گریز کی تھی نہ یار اس کا

جنگل میں جیسے حال ہوئے دم تنکا کا

جب انہوں کو مار لیا رول رول کے لشکر پہ آئی تیغ و دودم تول تول کے

سب رہے تھے بھوک لگی بول بول کے پھل کھا رہے تھے تیغ کا نہ کھول کھول کے

دودن کے بھوکے پیانے کھانا کھلا دیا

لشکر کو سارے تیغ کا پانی پلا دیا

پیدل نہادوں نے گئے سینکڑوں سو آ تھا لال صفحہ میدان کا زار

لشکر میں الحیف کی تھی چار سو پکار چلا یا ابن سعد سیہ سخت و نابکار

کیوں نہ تھو دھوکے بیٹھ گئے ایسی جان سے

افسوس لاکھوں ڈور گئے اک فوجوان سے

انعام اپنے پاس سے دوں گا میں اس قدر ہر سر کی سونے چاندی سے بھر جائیگی سپر

غالب جو ہو گئی طمع مال و سیم زر باندھی کمر عینوں نے اکبر کے قتل پر

کائنات کے مشیخہ سول پر

دربار کے تھے سینکڑوں نیش ایک پھل پر

اکبر کا سینہ بھول تھا نیزے تھے نسل خا

یوں بھٹیوں میں تھا جگر شاہ نامدار

آدھی مٹہ خون کی صد و جاں پہ تھا

قربان جات سپر ابن مرتضیٰ

تکوار کی زبان سے سر کر دیا جدا

آنے لگا جوش تو پکار حسین کو

کس منہ سے اب بیان کروں حالت حسین

مثل کماں خمیدہ ہوا قامت حسین

بے طاقتی لپٹنے لگی گرد کی طرح

سیدھے ہوئے سنبھل کے تو گھبرا کے گر پڑے

اٹھے جو ہا تھڑیک کے تھک کے گر پڑے

اکبر جو غول غلغلہ العطش ہوئے

رونے کا ہے مقام نہ کیوں نہ نکھڑ پڑے

ہوتا ہے صد روح یہ کیوں نہ زول بھر

گو خلق یہ کہے کہ بڑا متقی ہے وہ

صدر نہ جس کے دل پہ یوں مستحق ہے

لئے کوچہ

شیکر باتھ و پریشر چارمینا، مکتبہ کراچی، حیدر آباد۔ کتابستان آداب و مکتبہ جامعہ طبعیہ

مدرسہ اہل سنت، پریس ہارینا۔

۱۱
(روز عالم بس)

1915 22 12

DUE DATE

۲۲۲/۷۷

181

۱۱۲
(زیادہ سے)

Δ9152712

44444

[illegible]